یاتون من کل فج عمیق یاتیک من کل فج عمیق

الفضل

جلسہ سالانہ نمبر

ربوہ

نمبر ۵۲۵۴

رجسٹرڈ ایل

فی پرچہ ایک روپیہ

ایڈیٹر روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

The Daily ALFAZL Rabwah

جلد ۴۹/۱۴ | ۲۵ فتح ۱۳۳۹ھ | ۲۵ دسمبر ۱۹۶۰ء | نمبر ۲۹۸

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ پاکستان

ربوہ کی سرزمین میں ہجوم خلق کا روح پرور نظارہ
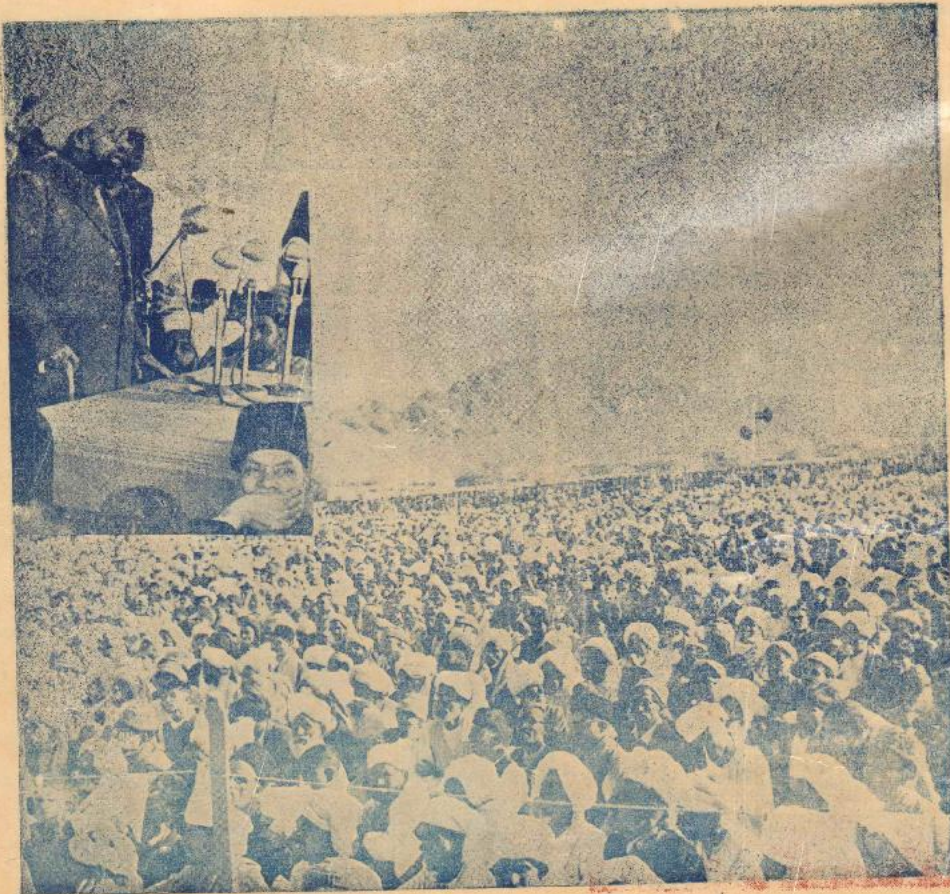
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ میں خطاب فرما رہے ہیں۔

مسجد مبارک قادیان

مسجد مبارک ربوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے بعض ممتاز اور جلیل القدر صحابہ کے درمیان

سنہ ۱۹۶۰ء میں وفات پانیوالے

سلسلہ احمدیہ

کے

دو ممتاز بزرگ

حضرت چوہدری برکت علی خان صاحب مرحوم

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم

(تاریخ وفات ۲۸ فروری ۱۹۶۰ء)

روزنامہ الفضل ـــــ جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۰ء

ربوہ بھی ایک مقدس مقام ہے

اس سال الفضل کے سالانہ نمبر میں ہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی وہ تاریخی اور بے نظیر تقریر شائع کر رہے ہیں۔ جو آپ نے ۱۵ اپریل ۱۹۴۹ء کو ربوہ کا افتتاح کرتے ہوئے درد بھری دعاؤں کے ساتھ فرمائی تھی۔

"ربوہ" میں یہ ہمارا پہلا جلسہ تھا۔ اس جلسہ کے متعلق جو کوائف الفضل میں شائع ہوئے تھے ان کا ایک خلاصہ ذیل میں یاددہانی کے لئے درج کیا جاتا ہے:۔

"یہ جلسہ ایسے ایام میں ہو رہا تھا جبکہ زمیندار دوست فصل کی کٹائی کی وجہ سے سب سے زیادہ مصروف ہوتے ہیں۔ اور ان کے لئے جلسہ کے لئے وقت نکالنا ازحد مشکل تھا۔ اس کے علاوہ ملازم طبقہ کے لئے تعطیلات حاصل کرنے میں بہت سی روکیں حائل تھیں۔ پھر دوستوں کو کھانے پینے اور رہائش کے لئے قادیان جیسی سہولتیں یہاں میسر نہیں تھیں۔ اور انہیں ایک لق و دق ویرانے میں رہنا تھا۔ لیکن باوجود ان تمام روکاوٹوں اور مشکلات کے اللہ تعالےٰ کے فضل سے احباب بڑی کثرت سے اپنے نئے مرکز میں تشریف لائے۔ جیسے کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نے اپنی تقریر میں بتایا تھا کہ دس ہزار مہمانوں کی آمد کا اندازہ تھا لیکن سولہ ہزار سے بھی زائد مہمان تشریف لائے آنے والے مہمانوں میں پاکستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ ہندوستان سے بھی بعض دوست تشریف لائے تھے۔ چونکہ اب کے خواتین کو بھی آنے کی اجازت تھی۔ اس لئے خواتین بھی بڑی کثرت کے ساتھ تشریف لائیں حتی کہ ان کی رہائش کے انتظامات ناکافی ثابت ہوئے۔ اور مردوں کے لئے جو بارکیں بنائی گئی تھیں ان کا ایک حصہ بھی خواتین کے لئے مخصوص کرنا پڑا۔

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کی تحریک کے مطابق بہت سے احباب اپنے ہمراہ گندم، آٹا اور دالیں وغیرہ لے کر آئے تھے بعض دوست تو کئی کئی بوریاں گندم کی لائے۔ چنانچہ مہمانوں کی خوراک کے لئے گندم کا کافی ذخیرہ ہو گیا تھا۔ اور باوجود مہمانوں کی زیادتی کے گندم کی قطعاً کمی محسوس نہ ہوئی۔

ربوہ کے لق و دق میدان میں چلچلاتی دھوپ میں ۱۶۰۰۰ ہزار افراد کے لئے جن میں عورتیں بچے بوڑھے بھی شامل تھے پانی کی فراہمی کا انتظام ایک اہم مسئلہ تھا۔ جیسے کہ حضور نے تقریر میں بتایا کہ پانی کے انتظامات کرنے کے لئے کم و بیش دس ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔ لیکن پھر بھی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن باوجود سخت مشکلات کے پھر بھی جلسے کے ایام میں احباب کو پینے اور استعمال کرنے کے لئے کافی پانی میسر آتا رہا۔

بہت سے احباب نے اپنے طور پر کھلے میدان میں خیمے لگا رکھے تھے جو عجیب منظر پیش کر رہے تھے۔ بارکوں میں چونکہ اتنی گنجائش نہیں تھی کہ مہمان ان میں سو بھی سکیں۔ اس لئے رات کو بہت سے احباب کھلے میدان میں بستر بچھا کر سو جاتے تھے۔

ریلوے کے محکمہ نے قابل قدر تعاون سے کام لیا۔ جلسے سے چند دن پیشتر ہی ربوہ کا ریلوے سٹیشن منظور کر لیا گیا۔ چنانچہ آنے جانے والی گاڑیاں یہاں ٹھہرنے لگ پڑیں۔ جلسے کے ایام کے لئے گاڑیوں کے ساتھ کافی زائد بوگیاں لگا دی گئیں۔

مہمانوں کی فرودگاہ کے قریب ہی وسیع میدان میں مردانہ و زنانہ جلسہ گاہ تھے۔ دھوپ کی شدت کی وجہ سے جلسہ گاہ اور سٹیج پر شامیانے لگا دیئے گئے لاؤڈ سپیکر کا انتظام بہت اچھا تھا۔" (الفضل ۲۳ اپریل ۴۹ء)

اگرچہ جلسہ ایسے ایام میں ہوا تھا جبکہ جلسہ میں شمولیت کرنے کے لئے احباب کو تکالیف اٹھانی لازمی تھیں اور نہ کوئی رہائش کا مستقل انتظام تھا۔ لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ غیر معمولی طور پر کامیاب ہوا اور متوقع دس ہزار کی حاضری کی بجائے سولہ ہزار احباب نے شمولیت کی جن میں خواتین اور بچے بھی تھے۔

الغرض سولہ ہزار کے اس عظیم الشان اجتماع نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ دعائیں کیں۔ یہ نظارہ ایک عجیب نظارہ تھا دنیا کے پردہ پر شاید یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک مقام کو آباد کرنے کے لئے اتنی زبانیں اکٹھی ہو کر ایک ہی عبارت اور ایک ہی مطلب کی دعائیں کر رہی تھیں۔ اور کسی سرزمین کے لئے دنیا میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ بندگانِ حق کے اتنے بڑے اجتماع نے اپنے امام کی اقتدا میں اس پر پہلی دفعہ نمازیں پڑھی ہوں۔

آج "ربوہ" کا افتتاح ہوئے پورے گیارہ سال ہو چکے ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس کی آبادی بڑھتی ہی چلی گئی ہے۔ کئی ایک شاندار پختہ مساجد تیار ہو چکی ہیں جن سے پانچ وقت اذانوں کی آواز بلند ہو کر فضا کو تقدس سے بھر دیتی ہے۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ربوہ کی آبادی ۱۹۵۱ء کی مردم شماری میں قریباً پونے تین ہزار تھی۔ اب اس کی آبادی دس ہزار سے تجاوز ہو چکی ہے۔ ضلع جھنگ میں آبادی کے لحاظ سے یہ چھٹا قصبہ تھا اور اس میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی قائم تھی جو اب میونسپل کمیٹی بن چکی ہے۔ تمام گلیوں میں کمیٹی کی طرف سے بجلی کا انتظام ہے۔ گھروں میں بجلیاں جلتی ہیں۔ اہم ریلوے سٹیشن ہے جہاں تمام ضروری گاڑیاں ٹھہرتی ہیں اور جلد ہی پختہ سٹیشن بننے والا ہے۔ ڈاکخانہ تار گھر ٹیلیفون ہسپتال۔ دو کالج (زنانہ اور مردانہ) دو ہائی سکول (زنانہ و مردانہ) نصرت انڈسٹریل سکول۔ جونیئر ماڈل سکول، جامعہ احمدیہ اور متعدد پرائمری سکول بن گئے ہیں۔ ان کے علاوہ تحریک جدید، انجمن کے دفاتر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بازار اور منڈی ہے۔ جن میں تمام ضروریات دستیاب ہو سکتی ہیں۔ تعلیمی معیار دوسرے بڑے بڑے قصبوں اور شہروں سے بہت زیادہ بلند ہے۔ چھ سال کی عمر کا شاید ہی کوئی بچہ ہو گا جو قرآن کریم اور ابتدائی لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ دریا سے لے کر تین میل تک مکانات اور کوٹھیاں چلی گئی ہیں

یہ تو خود ربوہ کا مختصر حال ہے۔ ربوہ کی طرف سے اردگرد کا علاقہ جو پہلے بالکل ایک پسماندہ علاقہ تھا پہلے کی نسبت بہت زیادہ ترقی کر گیا ہے۔ کئی ایک باغ بن گئے ہیں۔ غیر آباد اراضی زیر کاشت آ گئی ہے سینکڑوں ٹیوب ویل لگ گئے ہیں۔ لوگوں کی اقتصادی حالت پہلے سے بہت زیادہ ترقی کر گئی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ یہ ان پُرخلوص اور درد بھری دعاؤں کا نتیجہ ہے جو ۱۵ اپریل ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ میں کی گئی تھیں:

دُنیا کو سنانے تیرا پیغام چلے ہیں

دُنیا کو سنانے ترا پیغام چلے ہیں
ہم گوندنے ہر دل پہ ترا نام چلے ہیں

جس خمکدے سے جام صحابہؓ نے پیا تھا
اس خمکدے سے پی کے وہی جام چلے ہیں

پھر حج کے لئے ہم کو پکارا ہے حرم نے
پھر باندھے ہوئے جامۂ احرام چلے ہیں

پہنچی ہے ہمیں آج براہیمؑ کی میراث
ہم توڑنے بت خانوں کے اصنام چلے ہیں

دیکھا کریں حیرت سے لبِ بام کو کب تک
تنگ آ کے ہم اب آپ لبِ بام چلے ہیں

قرآں کی آیات تڑپتی ہیں لبوں پر
سینوں میں لئے سوزشِ الہام چلے ہیں

کس شوق سے کس ذوق سے کس جوش سے تنویر
محمود کے جاں دادۂ اسلام چلے ہیں

نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

سیرتِ راست ہمچو سروِ چمن ۔ خوئے خوش ہمچو یاسمین و سمن

نورِ ایماں چکاں ز دامنِ پاک ۔ پہلوانِ خدا شہِ لولاک

مصطفےٰ بود دوحۂ جنّت ۔ پُر ز اثمارِ رحمت و برکت

سیرتِ پاک چوں گُل و ریحاں ۔ پُر ز خوشبوئے راستی دل و جاں

بود افزوں تر از ہمہ بکرم ۔ سر بسر فیض چوں ریاضِ ارم

در سخا و خلوص لاثانی ۔ محو اند رضائے سبحانی

چوں بسود آں قدم بساحتِ خاک ۔ پاک شد خاک از خس و خاشاک

ہر کہ شائستۂ محبّتِ اوست ۔ از ازل در کمندِ رحمتِ اوست

دل و جاں پاک کن چو آبِ زلال ۔ تا شوی گوہرے بوصفِ کمال

بر ہمہ ہست جود و احسانش
صد ہزاراں درود بر جانش

(دُرِّ مکنون)

ربوہ کی بے آب و گیاہ وادی میں جماعت احمدیہ کے پہلے تاریخی اجتماع کے موقعہ پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ کی بصیرت افروز تقریر اور پرسوز اجتماعی دعا

آؤ ہم ابراہیمی نمونہ کی اقتداء کرتے ہوئے دعا کریں

کہ

اللہ تعالیٰ ہمارے نئے مرکز ربوہ کو ہمیشہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنائے رکھے

خدا کرے کہ ربوہ میں بسنے والے ہمیشہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام ہوں

اور

اسلام کی تعلیم کا مجسم نمونہ بنے رہیں

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون - ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیٔ فی الارض ولا فی السماء (ابراہیم ع ۶)

۱۵ اپریل ۱۹۴۹ء کا دن دنیائے احمدیت میں ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کے نئے مرکز ربوہ کا اپنی پُرخلوص اور درد بھری دعاؤں کے ساتھ افتتاح فرمایا۔ اور اس سرزمین کو اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے مرکز بنانے کا اعلان فرمایا۔ اس موقعہ پر حضور نے جو ایمان افروز تقریر فرمائی وہ افادۂ احباب کے لئے صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

تشہد و تعوذ کے بعد حضور نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرمائی۔ جس میں الحمد للہ رب العالمین کا خصوصیت کے ساتھ تین بار تکرار فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا:۔

یہ جلسہ تقریروں کا جلسہ نہیں۔ یہ جلسہ اپنے اندر ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسی تاریخی حیثیت جو مہینوں یا سالوں یا صدیوں تک نہیں جائے گی۔ بلکہ بنی نوع انسان کی اس دنیا پر جو زندگی ہے اس کے خاتمہ تک جائیگی اس میں شامل ہونے والے لوگ ایک جلسہ میں شامل نہیں ہو رہے۔ بلکہ روحانی لحاظ سے وہ ایک نئی دنیا ایک نئی زمین اور ایک نئے آسمان کے بنانے میں شامل ہو رہے ہیں۔ پس اس جلسہ کو

تقریروں کا جلسہ

مت سمجھو۔ تقریریں ہوں یا نہ ہوں۔ مختلف مضامین پر لیکچر سننے کا موقعہ ملے یا نہ ملے۔ اس کا کوئی سوال نہیں۔ جو اصل مقصد ہے وہ ہمارے سامنے رہنا چاہیئے۔ اور جو اصل مقصد ہے اسکو ہمیں ہر چیز پر فوقیت اور ہر چیز پر اہمیت دینی چاہیئے۔ میں اب قرآن کریم کی کچھ آیتیں پڑھونگا۔ اور آہستہ آہستہ کئی دفعہ دہراؤنگا پڑھتے ہوئے اور ان کو پڑھ کر جس قدر دوست یہاں موجود ہیں وہ بھی میرا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اور انہیں ساتھ دینا چاہیئے۔ یعنی جب میں وہ آیتیں پڑھوں تو جماعت کے دوست کیا مرد اور کیا عورتیں ساتھ ساتھ ان آیتوں کو دہراتے چلے جائیں

(اس موقعہ پر حضور نے ہدایت فرمائی کہ کوئی کارکن جاکر عورتوں کے جلسہ گاہ سے پوچھ لے کہ ان کو آواز آرہی ہے یا نہیں۔ تاکہ وہ محروم نہ رہ جائیں۔ عورتوں میں سے

جو عورتیں ایسی ہیں

کہ ان پر ان ایام میں ایسی حالت ہے کہ وہ بلند آواز سے قرآن کریم نہیں پڑھ سکتیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ دل میں ان آیتوں کو دہراتی چلی جائیں۔ اور جن عورتوں کے لئے ان ایام میں قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔ وہ زبان سے بھی ان آیتوں کو دہرائیں۔ بہرحال جن عورتوں کے لئے ان ایام میں زبان سے پڑھنا جائز نہیں وہ زبان سے پڑھنے کی بجائے صرف دل میں ان آیتوں کو دہراتی رہیں۔ کیونکہ شریعت نے اپنے حکم کے مطابق جہاں مخصوص ایام میں

تلاوت قرآن کریم

سے عورتوں کو روکا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ وہ دل میں بھی ایسے خیالات نہ لائیں۔ یا دل میں بھی نہ دہرائیں بلکہ صرف اتنا حکم ہے کہ زبان سے نہ دہرائیں بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک صرف قرآن کریم کو ہاتھ لگانا منع ہے مگر

احتیاط یہی ہے

کہ کثرت سے جس بات پر مسلمانوں کا عمل ہے اسی پر عمل کیا جائے۔ پس بجائے زبان سے دہرانے کے وہ دل میں ان آیتوں کو دہراتی چلی جائیں۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ میں کئی دفعہ آیات کو پڑھوں گا۔ ممکن ہے میں پہلی دفعہ جلدی پڑھوں۔ تاکہ ان کا مفہوم آسانی سے سمجھ آسکے۔ اگر لفظوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو۔ اور انسان مضمون سے پہلے واقف نہ ہو۔ تو آہستگی سے پڑھنے کے نتیجہ میں مضمون بجائے اچھا سمجھ آنے کے کم سمجھ آتا ہے۔ مگر جو شخص اس کے

ترجمہ سے واقف

ہوتا۔ اور مضمون سے آگاہ ہوتا ہے اس کا دلی جوش اور جذبہ بعض دفعہ اسے جلدی پڑھنے پر مجبور کرتا ہے اس لئے پہلی

دفعہ کی تلاوت میں اپنے لئے مخصوص کرونگا یعنی میں اس طرح پڑھوں گا۔ جس طرح میرا اپنا دل چاہتا ہے۔ اس کے بعد جب میں تلاوت کرونگا۔ تو اس امر کو مدنظر رکھوں گا کہ پڑھا ہوا اور ان پڑھ۔ عالم اور جاہل بڑی عمر کا اور چھوٹی عمر کا ہر شخص لفظاً لفظاً اگر وہ چاہے اور اگر اس کے دل میں ارادہ اور ہمت ہو۔ تو میرے پیچھے پیچھے چل سکے اور ہر لفظ کو دہرا سکے۔

ان تمہیدی الفاظ کے بعد حضور نے نہایت

رقت آمیز رنگ میں

قرآن کریم کی وہ دعائیں بلند آواز سے پڑھنی شروع کیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو وادیٔ مکہ میں چھوڑتے وقت اللہ تعالےٰ کے حضور کی تھیں۔ جماعت کے تمام دوست کیا مرد اور کیا عورتیں سب کے سب حضور کے ساتھ ساتھ ان دعاؤں کو دہراتے چلے گئے۔

یہ دعائیں جس طرح بار بار حضور نے پڑھیں اسی طرح ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ حضور نے ابراہیمی دعاؤں کو منتخب کرتے ہوئے اس موقعہ پر نہایت درد کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے عرض کیا۔

ربنا انی اسکنتُ من ذریتی بوادٍ

ربنا انی اسکنتُ من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک المحرم

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون

ربنا انک تعلم ما نخفی و ما نعلن

ربنا انک تعلم ما نخفی و ما نعلن

وما یخفیٰ علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء

اس کے بعد دوبارہ حضور نے انہی دعاؤں کو اس رنگ میں دہرایا۔

ربنا انی اسکنتُ من ذریتی

ربنا انی اسکنتُ من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک المحرم۔ ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون

ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن

ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن

ربنا انی اسکنتُ من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک المحرم

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم

فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم

فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم

وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

آج سے

قریباً ۴۵ سو سال پہلے

اللہ تعالےٰ کے ایک بندے کو حکم ہوا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا تعالےٰ کی راہ میں ذبح کر دے۔ یہ رویا اپنے اندر دو حکمتیں رکھتی تھی۔ ایک حکمت تو یہ تھی کہ اس وقت سے پہلے انسانی قربانی کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور خصوصیت کے ساتھ لوگ اپنی اولاد کو

خدا تعالےٰ کے خوش کرنے

کے لئے یا اپنے بتوں کو خوش کرنے کے لئے قربان کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کی مشیت نے فیصلہ کیا کہ اب بنی نوع انسان کو اس عجیب اور بھیانک فعل سے باز رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب اتنی ترقی کر چکا ہے۔ کہ وہ حقیقت اور مجاز میں فرق کرنے کا اہل ہو گیا ہے۔

پس اللہ تعالےٰ نے اپنے اس بندے کو جس کا نام ابراہیمؑ تھا

یہ رویا دکھائی

اس رویا میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے ایک حکمت یہ تھی کہ آئندہ انسانی قربانی کو روک دیا جائے۔ اور دوسری حکمت یہ تھی کہ خدا تعالےٰ انسان سے اب حقیقی قربانی کا مطالبہ کرنا چاہتا تھا۔ جو مطالبہ اس سے پہلے انسان سے نہیں ہوا تھا۔

بہر حال جب سے انسان اس قابل ہوا کہ اس پر الہام نازل ہو۔ کسی نہ کسی صورت میں لوگ

خدا تعالےٰ کی عبادت

کیا ہی کرتے تھے۔ لیکن ابھی ایسا زمانہ انسان پر نہیں آیا تھا۔ کہ کچھ لوگ اپنی زندگیوں کو کلی طور پر خدا تعالےٰ کے لئے وقف کر دیں۔ نماز تو لوگ پڑھتے تھے روزے بھی رکھتے تھے۔ ذکر الٰہی بھی لوگ کرتے تھے۔ کیونکہ ان چیزوں کے بغیر روحانیت زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر آدمؑ ایک

روحانی انسان

تھا تو نوحؑ اور آدمؑ اور ان کے متبع یقیناً نماز بھی پڑھتے تھے۔ ذکر الٰہی بھی کرتے تھے اور روزہ بھی رکھتے تھے کیونکہ روح بغیر ان چیزوں کے جلا نہیں پاتی۔ اور روح کے جلا پائے بغیر خدا تعالےٰ کا قرب اور اس کا وصال حاصل نہیں ہو سکتا گر اس قربانی اور ان قربانیوں میں کیا فرق تھا؟

فرق یہ تھا

کہ ہر شخص اپنے اپنے طور پر تو نمازیں ادا کرتا تھا۔ اور کوئی ایسا شخص بھی ہوتا تھا جس کو خدا تعالےٰ چن لیتا تھا۔ اور اسے مقرر کرتا تھا کہ تم اپنی زندگی میں میری طرف سے مامور کی حیثیت رکھتے ہو۔ تم بنی نوع انسان کو مخاطب کرو اور انہیں میری طرف لانے کی کوشش کرو۔ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام ہوتے تھے مگر ان کے علاوہ کوئی ایسے گروہ نہیں ہوتے تھے جو اپنی زندگیوں کو کسی مخصوص مقام سے وابستہ کر دیں۔ اور دن اور رات

ذکر الٰہی

کے شغل کو جاری رکھیں۔

اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ جہاں وہ اس غیر حقیقی قربانی کو منسوخ کر دے جو چھری کے ذریعہ سے بیٹوں کو قتل کر کے ادا کی جاتی تھی۔ وہاں وہ اس حقیقی قربانی کی بنیاد ڈال دے کہ دنیا کو چھوڑ کر انسان اپنی زندگی

محض خدا تعالےٰ کے لئے

وقف کر دیا کرے۔ چھری انسانی زندگی کو ایک منٹ میں ختم کر دیتی ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ جنہوں نے اپنی زندگی خدا تعالےٰ کے لئے دی ہے اور چھریوں اور نیزوں سے اپنے آپ کو قربان کروا دیا۔ اگر وہ ایک سال اور زندہ رہتے۔ تو مرتد ہو جاتے ایک سال اور زندہ رہتے۔ تو ان کے

ایمان کمزور ہو جاتے

ایک سال اور زندہ رہتے تو ان کے اندر عبادت کے لئے وہ جوش و خروش باقی نہ رہتا۔ جو اس وقت انہوں نے دکھایا تھا۔

پس چھری کے ساتھ انہوں نے اپنے مشتبہ انجام کو چھپایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنی مرضی سے اپنی زندگی کو قربان کرتا ہے یا جو شخص اپنی مرضی سے اپنی اولاد کو قربان کرتا ہے۔ وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے۔ کہ وہ ڈرتا ہے کہ وہ اور اس کی اولاد لمبے امتحانوں میں سے گزرتے ہوئے ناکام نہ رہ جائے۔ اور وہ

اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لئے

ہی اپنی زندگی یا اپنی اولاد کی زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔ مگر جو شخص ساری عمر قربان ہوتا رہتا ہے موت کے ذریعہ نہیں بلکہ ترک منہیات سے۔ ذکر الٰہی کی پابندی اختیار کرنے سے تبلیغ اسلام کو اختیار کرنے سے بنی نوع انسان کی

تربیت کی ذمہ داری

لینے سے وہ دلیرانہ اپنے آپ کو دنیا ہے وہ اپنا خاتمہ موت سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنا ایمان اپنی زندگی سے ثابت کر دیتا ہے۔ مرنے والے کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایماندار رہتا۔ مگر جس نے زندہ رہ کر اپنے ایمان کو ثابت کر دیا۔ اور جس نے موت تک اپنے ایمان کو سلامت لے جا کر عملی طور پر اس کے

سچا ہونے کا ثبوت

دے دیا۔ اس کے متعلق دشمن سے دشمن کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس نے اپنے عہد کو سچا ثابت کر دیا۔

میں نے کہا کہ جو شخص اپنی مرضی سے اپنی زندگی کو ختم کرتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ میں نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ جو

اپنی مرضی سے

اپنی زندگی ختم نہیں کرتے بلکہ خدا تعالےٰ کی

مشیت سے ان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو شہداء کہتے ہیں۔

پس جو دلیل میں نے

تلوار یا نیزہ سے

اپنے آپ کو ختم کرنے والوں کے خلاف دی ہے۔ وہ شہداء کے خلاف نہیں پڑتی۔ اس لئے کہ شہداء نے خود اپنے آپ کو مار کر زندگی کی جدوجہد سے آزاد ہونے کی کوشش نہیں کی بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت نے ان کے زندہ رہنے کی خواہش کے باوجود یہ چاہا کہ ان کی مادی زندگی کے دور کو ختم کر دے۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے

پس جو دلیل میں نے اپنی زندگی ختم کرنے والوں کے خلاف دی ہے وہ شہداء کے خلاف نہیں پڑتی اس لئے کہ وہ خود نہیں مرتے بلکہ ان کو دشمن مارتا ہے ورنہ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ دشمن کو مار کر اپنے ایمانوں کو اور بھی قوی کریں اس امر کا ثبوت کہ وہ اپنی زندگی ختم کر کے میدان جدوجہد سے بھاگنا نہیں چاہتے ایک حدیث سے بھی ملتا ہے

حضرت عبداللہؓ

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک نہایت مقرب صحابیؓ تھے جب شہید ہو گئے تو ان کے بیٹے حضرت جابرؓ کو ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت افسردہ حالت میں سر جھکائے دیکھا۔ آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا۔ جابرؓ تمہیں اپنے باپ کی موت کا بہت صدمہ معلوم ہوتا ہے اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ باپ بھی بہت نیک تھا جس کی وفات کا طبعی طور پر مجھے سخت صدمہ ہے مگر میری افسردگی کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا خاندان بہت بڑا ہے اور اب اس کا تمام بار میرے کمزور کندھوں پر آ پڑا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابرؓ اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے باپ کا کیا حال ہوا تو تم کبھی افسردہ نہ ہوتے بلکہ خوش ہوتے

پھر آپ نے فرمایا جابرؓ

جب عبداللہؓ شہید ہوئے

تو اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتوں سے کہا عبداللہؓ کی روح کو میرے سامنے لاؤ جب عبداللہؓ کی روح اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کی گئی تو اللہ تعالےٰ نے تمہارے باپ سے فرمایا کہ عبداللہ ہم تمہارے کارنامے پر اور اسلام کے لئے تم نے جو قربانی پیش کی ہے اس پر اتنے خوش ہوئے ہیں کہ تم جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مانگو ہم تمہاری ہر خواہش کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس پر عبداللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی جنت کے فلاں مقام پر مجھے رکھا جائے۔ عبداللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی مجھے ایسی ایسی حوریں دے۔ عبداللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی مجھے میرے غلمان خدمت کے لئے دے۔ عبداللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی مجھے ایسے ایسے باغات مل جائیں بلکہ عبداللہؓ نے اگر کہا تو یہ کہا کہ میرے رب اگر تو مجھے کچھ دینا چاہتا ہے تو میری خواہش یہ ہے کہ تو مجھے پھر زندہ کر دے تاکہ میں پھر تیرے دین کی خدمت کرتا ہوا مارا جاؤں۔

اس سے صاف پتہ لگتا ہے

کہ شہید ہونے والا اپنی مرضی سے مرنا نہیں چاہتا وہ خطرے کے مواقع پر اپنی جان ضرور پیش کرتا ہے مگر اس کا دل چاہتا ہے کہ میں زندہ رہ کر ان تمام مشکلات کا مقابلہ کروں جو اسلام یا دین حقہ کو مخالفوں کی طرف سے پیش آنے والی ہیں۔ پس میں نے جو اعتراض خودکشی کرنے والوں یا جھوٹے جان دینے والوں پر کیا ہے وہ شہداء پر نہیں پڑتا غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ نے چاہا کہ وہ دین حقہ کے لئے ایسے قربانی کرنے والے پیدا کرے جو اپنی جان کو مار کر اس دنیا کی جدوجہد سے بھاگنا نہیں چاہتے بلکہ دنیا میں زندہ رہ کر دنیا کی کشمکشوں میں سے گذر کر دنیا کی مصیبتوں کو جھیل کر دنیا کی تکالیف کو برداشت کر کے اپنی مردانگی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ اور بتانا چاہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا بندہ دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے ڈرا نہیں کرتا

یہی وہ حقیقی قربانی ہے

جو شاندار ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ کا نام لے کر سینہ میں خنجر مار لینا کوئی قربانی نہیں وہ بزدلی ہے وہ کمزوری ہے وہ دون ہمتی ہے جو لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک قربانی کی شکل میں پیش کی جاتی ہے ورنہ وہ خوب جانتا ہے کہ میں بزدل ہوں میں اس لئے مر رہا ہوں کہ دنیا میں رہ کر میں مصیبتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ سمجھتا ہے کہ چند مصیبتیں آنے کے بعد ہی میرا ایمان کمزور ہو جائے گا اس لئے وہ اپنی زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اس قربانی کی بنیاد ڈالے جو زندہ رہ کر اور دنیا کی کشمکش کا مقابلہ کر کے اور دنیا کی مصیبتوں کو برداشت کر کے انسان پیش کر سکتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سب سے بڑا کارنامہ

درحقیقت یہی تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے وہ رویا دکھائی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو جو یقیناً اسمٰعیلؑ تھے ذبح کر رہے ہیں تو چونکہ اس وقت لوگ اپنے بیٹوں کو خدا تعالےٰ کے نام پر ذبح کرتے تھے حضرت ابراہیمؑ نے سمجھا کہ الٰہی منشاء یہ ہے کہ میں بھی اپنے بیٹے کو خدا تعالےٰ کے نام پر ذبح کر دوں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو جن کی عمر اس وقت تاریخ سے سات سال کی معلوم ہوتی ہے بتایا کہ میں نے ایسی ایسی رویا دیکھی ہے۔ اسماعیلؑ جو اپنے باپ کی نیک تربیت کے ماتحت دین کو سمجھتا تھا اور جس میں یہ حس تھی کہ خدا تعالےٰ کے لئے قربانی کرنی چاہیئے اس نے فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو قبول کیا اور کہا کہ خدا تعالےٰ نے جو حکم دیا ہے آپ اس پر عمل کریں۔ میں اسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ذاتی نیکی نہیں سمجھتا جب وہ بڑے ہوئے تو یقیناً وہ

نیک ثابت ہوئے

اور انہوں نے اپنے عمل اور طریق سے خدا تعالےٰ کو اتنا خوش کیا کہ اس نے انہیں نبوت کے مقام پر فائز کر دیا مگر الصبی صبی ولو کان نبیاً بچہ بچہ ہی ہے خواہ وہ بعد میں نبی ہی کیوں نہ بن جائے سات سال کی عمر میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا یہ نمونہ دکھانا یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن کی بیوی اور دوسرے رشتہ داروں کی نیکی کا مظاہرہ تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی ذاتی خوبی نہیں تھا مجھے

89

اپنے گھر کا ایک واقعہ

یاد ہے میرا ایک بچہ جس کی عمر پانچ چھ سال تھی ایک دفعہ نچلی منزل کی سیڑھی پر کھڑا تھا اور میں اوپر تھا اس کے ایک دو بھائی جو بڑی عمر کے تھے وہ اس کے پاس کھڑے اسے ڈرا رہے تھے اور میرے کان میں اُن کی آوازیں آ رہی تھیں مجھے ان کی باتیں کچھ دلچسپ معلوم ہوئیں اور میں غور سے سننے لگا۔ میں نے سنا کہ اُن میں سے ایک نے اسے کہا اگر تم کو رات کے وقت جنگل میں اکیلے چھوڑ آئیں تو کیا تم اس کے لئے تیار ہو گے میں نے دیکھا کہ اس بات کے سنتے ہی بچے پر دہشت غالب آ گئی وہ ڈر گیا اور اس نے کہا نہیں۔ اس کے بعد دوسرے نے کہا اگر میں تم کو کہوں کہ تم رات کو اکیلے جنگل میں چلے جاؤ اور

وہیں رہو

تو کیا تم میری بات مانو گے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر انہوں نے کسی اور کا نام لے کر کہا کہ اگر وہ کہے تو پھر بھی مانو گے یا نہیں اس نے کہا نہیں اس کے بعد انہوں نے کسی اور کا نام لیا اور کہا کہ اگر وہ ایسا کہے تو کیا پھر بھی تم مانو گے یا نہیں اس نے کہا نہیں پھر انہوں نے میرا نام لیا اور کہا کہ اگر ابا جان کہیں تو کیا تم جنگل میں چلے جاؤ گے اس نے پھر کہا نہیں آخر انہوں نے کہا اگر خدا کہے کہ تم جنگل میں چلے جاؤ تو کیا تم جاؤ گے؟ میں نے دیکھا کہ اس بات کے سنتے ہی اس کا رنگ زرد ہو گیا مگر اس نے کہا ہاں پھر میں مان لوں گا۔

اب دیکھو پانچ چھ سال کا بچہ نہیں جانتا کہ خدا کیا چیز ہے وہ صرف موٹی موٹی باتیں جانتا ہے

خدا تعالےٰ کے احکام کی اہمیت

کو نہیں سمجھتا مگر چونکہ صبح و شام وہ سنتا رہتا تھا کہ خدا تعالےٰ کی ذات بہت بڑی ہے اور اس کے احکام کو نہ ماننا کسی انسان کے لئے جائز نہیں ہو سکتا اس

لئے اور سب کا نام لینے پر اس نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ باپ کا نام لینے پر بھی اس نے یہی کہا کہ میں نہیں جاؤں گا مگر جب خدا تعالیٰ کا نام لیا گیا تو اس نے سمجھا کہ اب انکار نہیں ہو سکتا اور اس نے کہا کہ اگر خدا کہے تو پھر میں چلا جاؤں گا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جب اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں یہ دکھایا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا تیری کیا رائے ہے تو

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

نے اس نیک تربیت کی وجہ سے جو انہیں حاصل تھی یہ جواب دیا کہ جب خدا نے ایسا کہا ہے تو پھر بے شک اس پر عمل کریں میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو جنگل میں لے گئے اُن کی آنکھوں پر پٹی باندھی۔ انہیں زمین پر لٹا دیا اور پھر چھری نکالی کہ چاہا کہ اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق اپنے بیٹے کو خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دیں۔ مگر خدا تعالیٰ تو یہ بتانا چاہتا تھا کہ انسانی قربانی ناجائز ہے چنانچہ جب انہوں نے چھری نکالی اور ذبح کرنا چاہا تو فرشتہ نازل ہوا اور اسؑ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا کہ یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا اے ابراہیمؑ تم نے عملاً اپنے بچے کو ذبح کرنے کے ارادہ سے لٹا کر اور چھری نکال کر اپنے خواب کو پورا کر دیا ہے مگر ہمارا منشاء یہ نہیں تھا۔ کہ تم واقعہ میں اسے ذبح کر دو بلکہ

ہم یہ بتانا چاہتے تھے

کہ خواب میں اگر کوئی شخص اپنے بچے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی تعبیر کچھ اور ہوا کرتی ہے۔ ہم انسانی قربانی کو روکنا چاہتے تھے اور اسی لئے ہم نے یہ رؤیا دکھائی تھی اس ذریعہ سے تمہارا ایمان بھی ظاہر ہو گیا اور ہماری غرض بھی پوری ہو گئی اے ابراہیمؑ آج سے انسانی قربانی کو بند کیا جاتا ہے اب آئندہ کسی انسان کو اس رنگ میں قربان کرنا جائز نہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے انسانی قربانی جو خودکشی

یا دوسرے کو قتل کرنے کے رنگ میں جاری تھی رُک گئی درحقیقت اس رؤیا میں یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں اپنے بیٹے کو چھوڑ آئیں گے اور اسلئے چھوڑ آئیں گے لیقیموا الصلوٰۃ تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کو قائم کریں۔ دوسری جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ اُن کو بیت اللہ کے پاس اس لئے رکھا گیا تھا کہ وہ زائرین اور طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے اس کے گھر کو آباد رکھیں۔ چنانچہ جب یہ قربانی جاتی رہی تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ــ ... کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ بتایا کہ وہ اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ اور اس کی والدہ کو بیت اللہ کی جگہ چھوڑ آئیں۔

بخاری میں روایت آتی ہے

کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ حکم ہوا تو انہوں نے اپنا بچہ۔ اٹھا لیا ممکن ہے انہوں نے کسی سواری کا بھی انتظام کر لیا ہو روایت میں آتا ہے کہ بعض جگہ حضرت ہاجرہ رضی بچے کو اٹھا لیتیں اور بعض جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے اٹھا لیتے اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور بچہ کو ساتھ لے کر فلسطین سے مکہ کا رخ کیا میرا اندازہ یہ ہے کہ فلسطین سے مکہ کوئی دو ہزار میل کے قریب ہوگا۔ سفر کرتے کرتے

وہ خانہ کعبہ میں پہنچے

اس وقت صرف ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک ٹوکری کھجوروں کی اُن کے پاس تھی۔ انہوں نے اپنی بیوی اور بچے کو وہاں بٹھایا اور کھجوروں کی ٹوکری اور پانی کا مشکیزہ ان کے پاس رکھ دیا۔ مکہ میں اس وقت کوئی پانی کا چشمہ یا نہر نہیں تھی کوئی نالہ بھی پاس سے نہیں گزرتا تھا اور زمین کے لحاظ سے کوئی سبزی و شادابی اس میں نہیں پائی جاتی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وہاں رکھا۔ اپنی بیوی کو چھوڑا اور کہا میں ایک کام کے لئے جا رہا ہوں یہ کہکر آپ وہاں سے واپس چل پڑے لیکن ۸۰ سال کی عمر میں پیدا ہونے والے اکلوتے بچے کی

محبت خواہ کوئی نبی بھی ہو اس کے دل سے ٹھنڈی نہیں ہو سکتی۔ ابراہیمؑ نوے سال کی عمر کو پہنچ رہے تھے اور اس عمر میں اُن کا اپنے بیٹے اور اس بیٹے کی شریف اور نیک ماں کو چھوڑ کر واپس چلے جانا کوئی آسان امر نہیں تھا پچاس ساٹھ گز گئے تھے کہ انہوں نے مڑ کر اپنی بیوی اور بچے کو دیکھا اور اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر پچاس ساٹھ گز گئے تھے کہ

محبت نے جوش مارا

اور انہوں نے پھر ایک بار ان کو دیکھا پھر کچھ دور گئے تو محبت نے پھر جوش مارا اور انہوں نے مڑ کر اُن پر نظر ڈالی وہ اس طرح کرتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے اُن کا نظر آنا مشکل ہو گیا اس وقت انہوں نے اس طرف منہ کیا جدھر اُن کے بیوی بچے تھے۔ جن کو چھوڑ کر وہ ہمیشہ کے لئے جا رہے تھے اور جن کے زندہ رہنے کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزانہ طور پر انہوں نے دعا کی کہ

ربنا انی اسکنت
من ذریتی بوادٍ
غیر ذی زرع

اے ہمارے رب۔ انہوں نے ربنا کہا ہے ربی نہیں کہا کیونکہ اس قربانی میں وہ اپنی بیوی کو بھی شامل کرتے ہیں۔ مگر اس کے بعد وہ انی کہتے ہیں انا نہیں کہتے کیونکہ یہ فعل ... ان کی بیوی کی طرف سے نہیں تھا ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ اے ہمارے رب میں نے اپنی ذریت کا ایک حصہ اس وادی میں لاکر چھوڑ دیا ہے ایک حصہ انہوں نے اسلئے کہا کہ اس وقت تک حضرت اسحٰق رضی بھی پیدا ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تھا اس وقت تک

حضرت اسحٰق پیدا نہیں ہوئے تھے

لیکن جب انہوں نے حضرت ہاجرہ رضی اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہ میں لاکر چھوڑا ہے اس وقت حضرت اسحٰقؑ پیدا ہو چکے تھے۔ اسلئے وہ فرماتے ہیں ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ الٰہی میں نے اپنی اولاد کا ایک حصہ اس وادی میں لاکر چھوڑ دیا ہے غیر ذی زرع جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ جیسے روہ میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ سرکاری کاغذات میں لکھا ہوا ہے کہ اس رقبہ میں نہ زراعت ہوتی ہے اور نہ اس وقت کی تحقیقات کے مطابق ہو سکتی ہے

Unculturable —
Unagricultural

عند بیتک المحرم تیرے پاکیزہ گھر کے پاس اس وقت تک خانہ کعبہ نہیں بنا تھا لیکن اس آیت سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں

وہاں کوئی پرانا معبد تھا

اور جو لوگ یہ عقیدہ نہیں رکھتے وہ اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ جو معبد بننے والا ہے اس کے نزدیک میں نے اپنی اولاد کو لاکر رکھ دیا ہے تیسرے معنے اس کے یہ کئے جاتے ہیں کہ بیت اللہ درحقیقت تقویٰ کا مقام ہے پس عند بیتک المحرم کے یہ معنے ہیں کہ میں ایک ایسے مقام کے پاس انہیں چھوڑ رہا ہوں جہاں شیطانی خیالات کا دخل نہیں ہوگا یعنی دین کی خدمت کے لئے میں انہیں یہاں چھوڑ رہا ہوں ربنا لیقیموا الصلوٰۃ اے میرے رب میں ان کو یہاں چھوڑ تو رہا ہوں مگر اسلئے نہیں کہ یہ بڑی بڑی کمائیاں کریں یا بڑے بڑے جتھے بنائیں اور فتوحات حاصل کریں بلکہ ربنا لیقیموا الصلوٰۃ اے میرے رب میں اسلئے ان کو یہاں چھوڑ رہا ہوں تاکہ وہ تیری عبادت کو اس جنگل میں قائم کریں فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم پس اے میرے رب تو لوگوں کے دلوں میں خود ان کی محبت ڈال اور انہیں اس طرف جھکا دے چونکہ یہ خالص تیری عبادت کے لئے وقف ہوں گے اور تیرے دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہوں گے اسلئے اے میرے رب تو لوگوں کے ایک طبقہ کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور ان کے دلوں میں

ان کی عقیدت اور احترام پیدا کر دے تاکہ وہ باہر کی دنیا میں رہ کر کمائیں اور اپنی کمائی کا ایک حصہ ان کے کھانے کے لئے بھجوا دیا کریں اور اے میرے رب جب میں اپنی اولاد کو دین کی خدمت کیلئے یہاں چھوڑے جا رہا ہوں تو میں یہ نہیں چاہتا کہ مسجد کے ملاؤں کی طرح یہ جمعرات کی روٹیوں کے محتاج ہوں میں اپنی اولاد کو ایک جنگل میں چھوڑ رہا ہوں۔ میں اپنے بچہ کو جو جوان ہے اور اس عمر سے گذر گیا ہے جس میں بچے بالعموم مر جایا کرتے ہیں ایک ایسی جگہ چھوڑ رہا ہوں جس میں اس کی موت یقینی ہے۔ انسان ہونے کے لحاظ سے میں علم غیب نہیں رکھتا اور میں نہیں جانتا کہ کل ان سے کیا سلوک کرے گا۔ میرا اندازہ انسانی علم کے لحاظ سے یہی ہے کہ میرے بیوی اور بچہ یہاں مر جائیں گے۔ میں نے انسان ہوتے ہوئے قربانی کے ہر نقطۂ نگاہ

ہیں سے جو سب سے بڑا نقطہ نگاہ تھا اس کو پورا کر دیا ہے اب میں تیرا بھی امتحان لینا چاہتا ہوں میں نے

بندہ ہو کر وہ کام کیا ہے

جو قربانی اور ایثار کے لحاظ سے اپنے انتہائی کمال کو پہنچا ہوا ہے اب میں تیری خدائی کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم میں نے اپنی بیوی اور بچے کو یہاں لا کر چھوڑا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے چھوڑا ہے کہ وہ اس جنگل میں بھوکے اور پیاسے مر جائیں گے۔ اب اے خدا اگر تو خدا ہے تو یہاں ان کے لئے لوگوں کو کھینچ لا اور ان کے قلوب اس طرف مائل کر دے وارزقھم من الثمرات مگر اے خدا میں تجھ سے ان کے لئے جمعرات کی روٹی نہیں مانگتا۔ میں تجھ سے ان کے لئے چاول بھی نہیں مانگتا بلکہ میں یہ مانگتا ہوں کہ یہ جگہ جہاں گھاس کی ایک پتی بھی پیدا نہیں ہوتی اس جگہ دنیا بھر کے میوے آئیں۔ اور یہ اُن میووں کو یہاں بیٹھ کر کھائیں تُو روٹی دے گا تو میں نہیں مانوں گا کہ تو نے

اپنی خدائی کا ثبوت

دیا ہے۔ تُو چاول کھلائے گا تو میں نہیں مانوں گا کہ تُو نے اپنی خدائی کا ثبوت دیا ہے تو زردہ اور پلاؤ کھلائے گا تو میں نہیں مانوں گا۔ کہ تُو نے

اپنی خدائی کا ثبوت دیا ہے

میں تیری خدائی کا ثبوت تب مانوں گا جب یہ یہاں بیٹھ کر چین اور جاپان اور یورپ اور امریکہ کے میوے کھائیں تب میں مانوں گا کہ تو نے اپنی خدائی کا ثبوت دے دیا ہے

میں نے بندہ ہو کر

ایک انتہائی قربانی کی ہے اب اے خدا میں تیری خدائی کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ بھی اس رنگ میں کہ اس وادیٔ غیر ذی زرع میں دنیا کا بہترین رزق ان کو پہنچا۔ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے اس چیلنج کو قبول کیا اور اسے کہا اے ابراہیمؑ تو نے اپنی اولاد کو ایک وادی غیر ذی زرع میں لا کر بسایا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ میں نے اپنا بیٹا قربان کر دیا ہے اب تو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے تو نے کہا ہے کہ میں نے ایک عاجز بندہ ہو کر اپنی بندگی کا ثبوت دے دیا۔ اب اے خدا تو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے اور تو نے ثمرات یہ مانگا ہے کہ یہ نہ کمائیں بلکہ بنی نوع انسان کمائیں۔ اور انہیں کھلائیں اور کھلائیں بھی معمولی چیزیں نہیں بلکہ دنیا بھر کے میوے ان کے پاس پہنچیں میں تیرے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں اور میں اس وادیٔ غیر ذی زرع میں جہاں گھاس کی ایک پتی بھی نہیں اگتی تجھے ایسا ہی کر کے دکھاؤں گا۔

میں نے حج کے موقع پر خود اسکا تجربہ کیا ہے

میں نے مکہ مکرمہ میں ہندوستان کے گنے دیکھے ہیں۔ میں نے مکہ مکرمہ میں طائف کے انگور کھائے ہیں۔ میں نے مکہ مکرمہ میں اعلیٰ درجہ کے انار کھائے ہیں گنے کے متعلق تو مجھے یاد نہیں کہ میری طبیعت پر اس کے متعلق کیا اثر تھا لیکن انگوروں اور اناروں کے متعلق میں شہادت دے سکتا ہوں کہ ویسے اعلیٰ درجہ کے انگور اور انار میں نے اور کہیں نہیں کھائے۔ میں یورپ بھی گیا ہوں۔ میں شام بھی گیا ہوں میں فلسطین بھی گیا ہوں۔ اٹلی کا ملک انگوروں کے لئے بہت مشہور ہے یورپ کے لوگ کہتے ہیں کہ بہترین انگور اٹلی میں ہوتے ہیں مگر میں نے اٹلی کے لوگوں سے کہا کہ مکہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں ابراہیمی پیشگوئی کے ماتحت جو انگور میں نے کھائے ہیں وہ اٹلی کے انگوروں سے بہت زیادہ میٹھے اور بہت زیادہ اعلیٰ تھے۔ ہمارے اردگرد قندھار کوئٹہ اور کابل کا انار مشہور ہے مگر میں نے جو موٹا سرخ شیریں اور لذیذ انار مکہ میں کھایا ہے اس کا سینکڑواں حصہ بھی قندھار اور کوئٹہ اور کابل کا انار نہیں۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں وارزقھم من الثمرات اے خدا میں نے اپنی بندگی کا انتہائی ثبوت دے دیا ہے اب تجھ سے میں کہتا ہوں کہ تو بھی اپنی خدائی کا انتہائی درجے کا ثبوت دے اور وہ ثبوت میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ یہ نہ کمائیں بلکہ لوگ کما کر ان کے پاس لائیں اور لائیں بھی معمولی چیزیں نہیں بلکہ دنیا بھر کے

95

بہترین پھل اور میوے

لعلھم یشکرون اے میرے رب میں احسان کے طور پر نہیں کہتا میں یہ نہیں کہتا کہ اگر ایسا ہوا تب میرا بدلہ اترے گا یا تب میری اولاد کی قربانی کا بدلہ اترے گا میں نے بے شک ایک مطالبہ کیا ہے مگر اس لئے نہیں کہ میں نے کوئی قربانی کی ہے بلکہ میں نے یہ مطالبہ محض اس لئے کیا ہے کہ بندے نے اپنی بندگی کا انتہائی ثبوت دے دیا اب تو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے لعلھم یشکرون تاکہ میری اولاد ایمان پر قائم رہے۔ اور اسے یقین ہو کہ کیسی زبردست طاقتوں کا مالک وہ خدا ہے جسکی خدمت کے لئے وہ یہاں بیٹھے ہیں

بظاہر یہ ایک چیلنج معلوم ہوتا ہے

کہ دیکھ میں نے کتنی قربانی کی اب تو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے مگر میری یہ غرض نہیں کہ تو میرے فعل کی وجہ سے انہیں یہ پھل کھلا بلکہ میری غرض یہ ہے کہ تیرے فضل سے بنی نوع انسان کے اندر ایمان پیدا ہو گویا اس میں بھی اصل غرض تیرے نام کی بلندی ہے۔ اپنے نام کی بلندی نہیں۔

ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن پھر ابراہیمؑ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بچہ چھوٹا ہے بیوی جوان ہے یہ میری دوسری بیوی ہے میری بڑی بیوی جو میری پھوپھی زاد بہن ہے میرے گھر میں موجود ہے اور اس سے نسل بھی ہو رہی ہے۔ ہاجرہ یہ بھی جانتی ہے کہ وہ میری چہیتی بیوی ہے اور یہ بھی جانتی ہے کہ اس سے اولاد ہو گئی ہے اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ ظالم اس بیوی کی خاطر مجھے یہاں چھوڑے جا رہا ہے۔ اور اس بچے کی خاطر میرے اس بچے کو چھوڑ رہا ہے اسلئے

وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گر گئے

اور انہوں نے کہا ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن اے میرے رب میں نے تیرے نام کی عزت کے لئے اپنے اوپر یہ دھبہ قبول کیا ہے میں اپنی بیوی کو یہاں اسلئے نہیں چھوڑ رہا کہ میں اپنی پہلی بیوی کو اس پر مقدم رکھتا ہوں۔ میں اپنے بچے کو یہاں اس لئے نہیں چھوڑ رہا کہ میں اس بچہ پر اپنے دوسرے بچہ کو مقدم رکھتا ہوں بلکہ اے خدا اس بیوی کو میں اسلئے یہاں چھوڑ رہا ہوں کہ تو نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور اے خدا یہ بچہ مجھے بہت عزیز ہے اسحاقؑ سے ذلیل سمجھ کر میں اسے یہاں نہیں چھوڑ رہا۔ میں اسکی وراثت میں اسے روک سمجھ کر یہاں نہیں چھوڑ رہا بلکہ اے خدا باوجود اسکے کہ یہ مجھے بہت پیارا ہے میں اسے اس لئے یہاں چھوڑ رہا ہوں کہ تو نے اسے یہاں چھوڑنے کو کہا ہے یہ ظلم کا الزام۔ یہ بے وفائی کا الزام۔ یہ سنگدلی کا الزام اے خدا میں نے محض تیرے لئے قبول کیا ہے میری بیوی اس نقطہ کو نہیں سمجھ سکتی وہ سمجھے گی کہ میں نے دوسری بیوی کی خاطر اسے یہاں چھوڑا ہے میرا بچہ بھی اس بات کو نہیں سمجھ سکتا وہ بڑے ہو کر کہے گا کہ باپ کیا ظالم تھا وہ مجھے اور میری ماں کو یہاں چھوڑ گیا اے میرے رب میں اپنے دل کا درد کس کو بتاؤں سوائے تیری ذات کے جسے سب کچھ علم ہے تجھے پتہ ہے کہ

میرے دل میں کتنا دکھ ہے

تجھ کو پتہ ہے کہ یہ ظاہری سنگدلی اور ظلم کا الزام میں نے محض تیرے حکم کو پورا کرنے کے لئے اپنے اوپر لیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یخفیٰ علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء ابراہیمؑ نے کہا تھا تو جانتا ہے کہ میرے دل میں کتنا درد ہے اور یہ کہ ظاہری طور پر میں جو کچھ سنگدلی اور سختی کر رہا ہوں یہ محض تیرے لئے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یخفیٰ علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء یہ خدائی کلام ہے ابراہیمؑ کا نہیں۔ فرماتا ہے خدا تعالیٰ کو پتہ ہے کہ زمین اور آسمان میں کیا کچھ ہے اسکے علم سے کوئی بات مخفی نہیں وہ جانتا ہے کہ ابراہیمؑ کا یہ فعل ایک بیج کی طرح زمین میں ڈالا جا رہا ہے جس سے ایک دن ایک بہت بڑی قوم پیدا ہوگی اور وہ جانتا ہے کہ آسمان پر اس بیج بونے کے نتیجہ میں کیسا عظیم الشان انعام مقدر ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی تو

حضرت ہاجرہؓ کے دل میں شبہ

پیدا ہوا کہ یہ جدائی کسی عارضی کام کے لئے معلوم نہیں ہوتی بلکہ دائمی جدائی معلوم ہوتی ہے وہ دوڑتی ہوئی آپ کے پیچھے گئیں اور انہوں نے کہا ابراہیمؑ۔ ابراہیمؑ تم ہمیں یہاں کس لئے چھوڑے جا رہے ہو یہ تو عارضی جدائی معلوم نہیں ہوتی تم ہمیں ایک جنگل میں اکیلے چھوڑے جا رہے ہو ابراہیمؑ دیکھو تمہارا بیٹا بھوکا مر جائے گا ابراہیمؑ تمہاری بیوی یہاں موجود ہے۔ اور اُس کا بھی تم پر حق ہے مگر حضرت ابراہیمؑ نے ان کی طرف نہیں دیکھا کیونکہ ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی وہ ڈرتے تھے کہ اگر میں نے جواب دیا تو بے تاب ہو جاؤں گا اور رقت مجھ پر غالب آ جائے گی۔ اور یہ اس شان کے خلاف ہوگا جس کا یہ فرمانبرداری تقاضا کرتی ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر ہاجرہؓ نے کہا۔ ابراہیمؑ۔ ابراہیمؑ تم اپنی بیوی اور بیٹے کو کس لئے ایک ایسے جنگل میں چھوڑے جا رہے ہو جس میں ایک دن بھی رہائش اختیار نہیں کی جا سکتی۔ بھیڑیئے آئیں گے اور ہمیں ختم کر دیں گے اور اگر بھیڑیئے نہ بھی آئے تب بھی پانی ختم ہو گیا تو ہم کیا کریں گے۔

کھجوریں ختم ہو گئیں

تو ہم کیا کریں گے۔ آخر کیوں تم ہمیں یہاں چھوڑے جا رہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر بھی ان کی طرف نہ دیکھا اور زبان سے کوئی جواب نہ دیا آخر ہاجرہؓ نے آگے بڑھ کر ان کا دامن پکڑ لیا اور کہا بتاؤ تم کس پر ہمیں چھوڑے جا رہے ہو۔ کیا خدا پر چھوڑے جا رہے ہو۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا مونہہ موڑا اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا دی۔ بولے نہیں کیونکہ جانتے تھے کہ اگر میں بولا تو رقت مجھ پر غالب آ جائیگی انہوں نے صرف آسمان کی طرف انگلی اٹھا دی جس کا مطلب یہ تھا کہ ہاں خدا پر اور خدا تعالیٰ کے کہنے پر میں یہ کام کر رہا ہوں ہاجرہؓ

ایک عورت ہی سہی وہ ایک مصری خاتون ہی سہی جس کا ابراہیمی خاندان سے کوئی تعلق نہیں تھا مگر وہ ابراہیمی تربیت حاصل کر چکی تھی وہ خدا کا نام سن چکی تھی وہ

الٰہی قدرتوں کا شاہدہ

کر چکی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا کہ میں محض خدا تعالیٰ کی خاطر اور اسی کے حکم کی تعمیل میں تمہیں یہاں چھوڑے جا رہا ہوں تو ہاجرہؓ فوراً پیچھے ہٹ گئیں اور انہوں نے کہا اذاً لا یضیعنا تب خدا ہم کو ضائع نہیں کرے گا بے شک جہاں جانا ہے چلے جاؤ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ چلے گئے اور وہ بے وطن اور مسکین ہاجرہ۔ اسمٰعیلؑ کی ماں پھر اپنے خاوند کا مونہہ نہیں دیکھ سکی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اس کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے لیکن اس وقت حضرت ہاجرہؓ فوت ہو چکی تھیں۔ تب خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت انہوں نے

خانہ کعبہ کی تعمیر کی

جس کو ہم بیت اللہ کہتے ہیں اور جس کی طرف مونہہ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ آئے اس وقت جُرہم قبیلہ کے لوگ وہاں بس چکے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ انہوں نے اپنی بیٹی بھی بیاہ دی تھی اب وہ آبادی تھی چند خیمے یا چند جھونپڑیاں تھیں جن میں لوگ رہتے تھے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جھونپڑیاں تھیں۔ کیونکہ روایات میں ذکر آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو حضرت اسماعیلؑ اس وقت گھر پر نہیں تھے۔ آپ گھر میں یہ پیغام دے گئے کہ جب اسماعیلؑ آئے تو اس سے کہنا کہ تمہاری چوکھٹ اچھی نہیں اسے بدل دو۔ مطلب یہ تھا کہ تمہاری بیوی بداخلاق ہے اس کی بجائے کوئی اچھے اخلاق والی بیوی کرو۔ حضرت ابراہیمؑ اسکے بعد بھی کئی دفعہ آئے ایک اس وقت آئے جب انہوں نے حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی تھی اور ایک اُس وقت آئے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ وہ اکثر شکار کے لئے دور پہاڑوں میں نکل جایا کرتے تھے اور پھر شکار کا گوشت سکھا کر رکھ لیتے اور استعمال کرتے

اتفاق ایسا ہوا

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو حضرت اسماعیلؑ شکار کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے ایک عورت بولی۔ بابا تو کون ہے آپ نے فرمایا بی بی میں اسماعیلؑ سے ملنے کے لئے آیا ہوں اس نے کہا بابا جاؤ اسماعیلؑ گھر پر نہیں۔ انہوں نے کہا اچھا میں جاتا ہوں مگر جب اسماعیلؑ واپس آئے تو اس سے کہہ دینا کہ تمہارے دروازہ کی چوکھٹ اچھی نہیں اسے بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ پیچھے کے واقعات بتاؤ چونکہ اس وقت مکہ میں صرف چند گھر تھے اس لئے انہیں ایک دوسرے کے حالات معلوم کرنے کی طبعاً جستجو رہتی تھی اور بڑا بھاری واقعہ وہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ فلاں قبیلہ یہاں سے گذرا ہے اور وہ یہ یہ چیزیں لے گیا اور یہ یہ چیزیں دے گیا ہے بیوی نے کہا اور تو کوئی واقعہ نہیں ہوا صرف ایک بڈھا آپ کے پیچھے آیا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کا دل دھڑکنے لگا کہ یہ بڈھا کہیں ان کا باپ ہی نہ ہو انہوں نے کہا اس بڈھے نے کوئی بات بھی کی تھی یا نہیں اس نے کہا اس بڈھے نے آپکے متعلق پوچھا تھا میں نے بتایا کہ آپ گھر پر موجود نہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم نے اس بڈھے کی کوئی خاطر تواضع بھی کی اس نے کہا میں نے تو کوئی خاطر تواضع نہیں کی البتہ جاتے وقت وہ ایک پیغام آپ کو پہنچانے کے لئے دے گیا تھا اس نے کہا تھا کہ اسماعیل سے کہہ دینا

تمہاری چوکھٹ اچھی نہیں

اسے بدل دو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سنتے ہی کہا بی بی میری طرف سے تم پر طلاق اس نے کہا اس کا کیا مطلب؟ حضرت اسماعیلؑ نے کہا وہ بڈھا میرا باپ تھا جو دو ہزار میل سے چل کر آیا مگر تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ تم انہیں کہتیں تشریف رکھیئے اور آرام کیجیئے تمہارے اخلاق ایسے نہیں کہ میرے گھر میں رہنے کے قابل سمجھی جا سکو چنانچہ حضرت اسماعیل نے اسے طلاق دیدی اور ایک اور شادی کر لی کچھ عرصہ کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اتفاقاً اُس دن بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام باہر تھے آپ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے ایک عورت نے جواب دیا کہ کون صاحب ہیں بیٹھئے تشریف رکھیئے چنانچہ آپ اندر گئے اس عورت نے آپکی خدمت کی پیر دھلائے کھانے پینے کی چیزیں آپکے سامنے رکھیں اور کہا مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ بہت فاصلہ سے آئے مگر اسماعیلؑ سے نہیں مل سکے آپ ٹھہریئے اور ان کا انتظار کیجئے اس عرصہ میں مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے میں آپکی خدمت کرونگی۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہرے نہیں بلکہ واپس چلے گئے

معلوم ایسا ہوتا ہے

کہ ان کی قوم کے افراد بہت پھیلے ہوئے تھے اور وہ انکے ہاں ٹھہر جاتے تھے جاتے ہوئے انہوں نے کہا اسماعیلؑ جب واپس آئے تو اس سے کہنا کہ فلاں طرف سے ایک آدمی آیا تھا اور اس سے کہنا کہ تمہارے دروازہ کی چوکھٹ اب بالکل ٹھیک ہے اسکو قائم رکھنا چنانچہ حضرت اسماعیلؑ جب واپس آئے اور انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ کوئی نئی خبر سناؤ تو اسنے کہا آج کی نئی خبر یہ ہے کہ ایک بڈھا آیا تھا حضرت اسماعیلؑ نے جلدی سے کہا پھر؟ اسنے کہا میں نے ان کو بٹھایا پاؤں دھلائے پانی پلایا اور کھانے کیلئے انکے سامنے چیزیں رکھیں میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھہریئے جبتک اسماعیلؑ واپس نہیں آ جاتے مگر انہوں نے کہا کہ میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا اسکے بعد وہ چلے گئے مگر جاتی دفعہ وہ

ایک عجیب طرح کا پیغام

دے گئے انہوں نے کہا کہ اسماعیلؑ سے کہدینا تمہارے دروازہ کی چوکھٹ بڑی اچھی ہے اسے قائم رکھنا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا میری بیوی یہ آنیوالا میرا باپ تھا اور سفارش کر کے گیا ہے کہ میں تمہیں عزت واحترام سے اپنے گھر رکھوں۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کو اپنے ساتھ لیکر اس گھر کی بنیاد رکھی جس کو خانہ کعبہ کہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ وعہدنا الی ابراہیم واسماعیل ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ (البقرہ ع ۱۵)

اور جبکہ ہم نے وہ گھر جو ابراہیمؑ نے بنایا اسکو لوگوں کیلئے بار بار آنے کا مقام بنا دیا۔ زیارت گاہ بنا دیا ثواب کی جگہ بنا دیا وامنا اور امن کا مقام بنا دیا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی اے لوگو جو

خانہ کعبہ کے شیدائی

بنتے ہو جو بیت اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہو تم ہر ایک چیز جو تمہیں پسند آتی ہے اسکی تصویر اپنے گھر میں رکھنے کی کوشش کرتے ہو اگر کوئی پھل تمہیں پسند آئے تو تم اسے اپنے گھر لاتے اور اپنے بیوی بچوں کو کھلانے کی کوشش کرتے ہو۔ اے کم عقلو جب تم بازار میں خربوزہ دیکھ کر بس نہیں کرتے بلکہ وہ خربوزہ گھر میں لاتے ہو۔ جب تم کسی

اچھے نظارے کو دیکھتے ہو

تو اس کی تصویر کھینچتے اور

اپنے بیوی بچوں کو دکھاتے اور آئندہ آنے والوں کے لئے گھر میں رکھتے ہو تو کیا وجہ ہے کیا سبب ہے۔ اس میں کون سی معقولیت ہے کہ تم اپنے مونہوں سے تو خانہ کعبہ کی تعریفیں کرتے ہو۔ اپنے مونہوں سے تو خانہ کعبہ کے احترام کا اظہار کرتے ہو۔ لیکن تم ایک خربوزے کو تو گھر میں لانے کی کوشش کرتے ہو۔ تم تاج محل کو دیکھتے ہو تو اس کی تصویر لینے کی کوشش کرتے ہو مگر تم خانہ کعبہ کے ظل کو اپنے ملک اور اپنے علاقہ میں لانے کی کوشش نہیں کرتے

خانہ کعبہ کیا ہے

ایک گھر ہے جو خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے وقف ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ ساری دنیا کے انسان خانہ کعبہ میں نہیں جا سکتے۔ پس جس طرح خدا تعالےٰ نے چاہا ہے کہ ابراہیمؑ کی نقلیں دنیا میں پیدا کرے۔ اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ تم خانہ کعبہ کی نقلیں بناؤ جس میں تم اور تمہاری اولادیں اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کر کے بیٹھ جائیں۔ جس طرح وہ لوگ جو ابراہیمؑ کے نمونہ پر چلیں گے ابراہیمؑ کی اولاد اور اس کا ظل ہوں گے۔ اسی طرح یہ نقلیں خانہ کعبہ کی اولاد ہوں گی خانہ کعبہ کی ظل اور اس کا نمونہ ہوں گی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک خانہ کعبہ کے ظل دنیا کے گوشے گوشے میں قائم نہ کر دیئے جائیں اس وقت تک دین کبھی پھیل ہی نہیں سکتا پس فرماتا ہے واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّیٰ

اے بنی نوع انسان ہم تجھ کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ابراہیمی مقام پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادتیں کرو۔ یعنی ایسے مرکز بناؤ جو دین کی اشاعت کا کام دیں۔

وعھدنا الیٰ ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ اب بتاتا ہے کہ وہ

مقام ابراہیمؑ کیا چیز ہے

وعھدنا الیٰ ابراھیم اور ہم نے ابراہیم کو بڑی پکی نصیحت کی کہ عھد بہ کے معنے ہوتے ہیں۔ اس نے فلاں کے ساتھ عہد کیا لیکن جب عھد کے ساتھ الیٰ کا صلہ آتے تو اس کے معنے ہوتے ہیں پکی نصیحت کرنا یا وصیّت کرنا۔ پس فرماتا ہے وعھدنا الیٰ ابراھیم واسماعیل۔ ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو بار بار نصیحت کی اور بار بار اس بات کی طرف توجہ دلائی ان طھرا بیتی کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک بناؤ۔

اور ہر قسم کے عیبوں اور خرابیوں سے اس کو بچاؤ للطائفین طواف کرنے والوں کے لئے والعاکفین اور ان لوگوں کے لئے جو اپنی زندگی وقف کر کے یہیں بیٹھ جائیں طائفین وہ لوگ ہیں جو کبھی کبھی آئیں اور عاکفین وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی اسی گھر کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ والرکع السجود اور ان لوگوں کے لئے جو خدا تعالےٰ کی توحید کے قیام کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ اور اُسی کی فرمانبرداری میں اپنی ساری زندگی بسر کرتے ہیں یا اُن لوگوں کے لئے جو رکوع اور سجود کرتے ہیں یہ چیز ہے جو مقام ابراہیمؑ ہے اور جس کو قائم کرنے کا اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے

ہماری نصیحت یہی ہے

کہ دنیا کے گوشے گوشے میں خانہ کعبہ کی نقلیں بننی چاہئیں اور دنیا کے کونے کونے میں تمہیں اس کے ظلّ قائم کرنے چاہئیں۔ اس کے بغیر دین حق کی کامل اشاعت کبھی نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا:۔

مَیں ایک دفعہ اِس دعا کو پڑھوں گا اس کے بعد پھر دوبارہ پڑھوں گا

تمام عورتیں اور مرد میری اتباع کریں

اس ارشاد کے بعد حضور نے جس رنگ میں تلاوت فرمائی اور جس طرح بعض دعاؤں کا بار بار تکرار فرمایا اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ادعیہ درج ذیل کی جاتی ہیں ا۔

وَاِذقال ابراھیم رب اجعل ھٰذا بلداً۔ رب اجعل ھٰذا البلد اٰمناً

وارزق اھلہٗ من الثمرات

وارزق اھلہ من الثمرات

وارزق اھلہٗ من الثمرات

ربنا تقبّل منا انک انت السمیع العلیم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ربنا تقبّل منّا انک انت السمیع العلیم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ربنا واجعلنا مسلمین لک

حضور نے فرمایا یہاں مسلمین سے گو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ مراد ہیں مگر دعا مانگتے ہوئے مسلمین سے ہر شخص میاں بیوی بھی مراد لے سکتا ہے۔

ربنا واجعلنا مسلمین لک

ربنا واجعلنا مسلمین لک

ربنا واجعلنا مسلمین لک

ربنا واجعلنا مسلمین لک

ربنا واجعلنا مسلمین لک

ربّنا واجعلنا مسلمین لک

ومن ذریّتنا امۃً مسلمۃً لک

اے ہمارے رب اِجعل ھٰذا بلداً اس کو۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے اس وقت مکہ کوئی شہر نہیں تھا۔ وہ صرف چند جھونپڑیاں تھیں جو ایک بے آب و گیاہ وادی میں نظر آتی تھیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ زمین جو ویران پڑی ہوئی ہے اسے بنا دے۔ کیا بنا دے؟ بلداً ایک شہر بنا دے۔ عام طور پر جو لوگ عربی نہیں جانتے وہ اس کے معنے یہ کرتے ہیں۔ کہ اس شہر کو امن والا بنا دے۔ حالانکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی منشا ہوتا تو آپ ھٰذا البلد اً کہنے کی بجائے ھٰذا البلد فرماتے مگر آپ ھٰذا البلد نہیں کہتے بلکہ ھٰذ البلداً آمناً کہتے ہیں پس

یہ شہر کے بنانے کی دعا ہے

شہر کو کچھ اور بنانے کی دعا نہیں۔ رب اجعل ھٰذا۔ اے میرے رب بنا دے اس ویران زمین کو ایک شہر۔ آمناً مگر شہروں کے ساتھ فتنہ و فساد کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ جب لوگ مل کر رہتے ہیں تو لڑائیاں بھی ہوتی ہیں۔ جھگڑے بھی ہوتے ہیں۔ فسادات بھی ہوتے ہیں۔ اور بعض شہروں کو فتح کرنے کے لئے حکومتیں حملے بھی کرتی ہیں۔ یا بعض شہر جب بڑے ہو جائیں تو ان کے رہنے والے اپنا نفوذ بڑھانے کے لئے دوسروں پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ سارے خدشات شہروں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو اسے امن والا بنائیو۔ نہ کوئی اس پر حملہ کرے اور نہ یہ کسی اور پر حملہ کرے۔ وارزق اھلہٗ من الثمرات۔ اور اس کے رہنے والوں کو ثمرات دیجیو۔ مَیں پہلے بتا چکا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

اس دعا کا یہ مفہوم ہے

کہ اے خدا مَیں تجھ سے ان کے لئے روٹی نہیں مانگتا۔ مَیں تجھ سے پلاؤ نہیں مانگتا۔ میں تجھ سے دنبے کا گوشت نہیں مانگتا۔ بے شک یہ بھی تیری نعمتیں ہیں۔ اور اگر ان کو مل جائیں تو تیرا فضل اور انعام ہے۔ مگر میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تو ان کو وہ پھل کھلا جو دو دن پڑے رہنے پر بھی سڑ جاتا ہے۔ تو دنیا کے کناروں سے ان کے لئے ہر قسم کے پھل لا۔ اور انہیں ان پھلوں سے متمتع فرما

من آمن منھم باللہ والیوم الاٰخر پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ میری اولاد میں سے بھی نبی بنائیو۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر وہ نیک ہوں گے تو ہم ان کو اپنے انعامات سے حصہ دیں گے ورنہ نہیں۔ نبی بڑا انعام ہوتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ نے کہا کہ مَیں ہر ایک کو یہ انعام نہیں دے سکتا۔ جو نیک ہو گا صرف اسے انعام ملے گا۔ تو اس دوسری دعا کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ سے کہا کہ یا اللہ جو نیک ہوں صرف ان کو رزق دیجیو۔ قال ومن کفر فامتعہٗ قلیلاً ثم اضطرہٗ الیٰ عذاب النار وبئس المصیر۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ رزق کے معاملہ میں ہمارا اور حکم ہے اور نبوت اور امامت کے معاملہ میں ہمارا اور حکم ہے۔ نبوت اور امامت صرف نیک لوگوں کو ملتی ہے۔ مگر رزق ہر ایک کو ملتا ہے پس جو کافر ہو گا دنیا کی روزی ہم اس کو بھی دیں گے۔ چنانچہ سینکڑوں سال تک مکہ کے لوگ مشرک رہے مگر

ابراہیمی رزق ان کو بھی پہنچتا رہا

ہاں تیری نسل ہونے کی وجہ سے وہ اخروی عذاب سے بچ نہیں سکتے مر جائیں گے تو جہنم میں ڈالے جائیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

پھر فرماتا ہے یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ مل کر بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ سے دعائیں کر رہے تھے کہ خدایا تیرا گھر تو برکت والا ہی ہو گا۔ کون ہے جو اسے برکت سے محروم کر سکے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہماری نسل میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو نمازیں پڑھنے والے اور تیری یاد میں اپنی زندگی بسر کرنے والے ہوں تاکہ اس گھر کی برکت سے انہیں بھی فائدہ پہنچے۔ مگر اگلی اولادوں کو ٹھیک کرنا آئندہ نسلوں کو درست کرنا اور اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔

ربنا تقبل منا اے ہمارے ربّ ہم نے خالص تیرے ایمان اور محبت کے لئے یہ گھر بنایا ہے۔ تو اپنے فضل سے اسے قبول کرلے اور اس کو ہمیشہ اپنے ذکر اور برکت کی جگہ بنا دے۔ انک انت السمیع العلیم۔ تو ہماری دردمندانہ دعاؤں کو سننے والا اور ہمارے حالات کو خوب جاننے والا ہے تو اگر فیصلہ کر دے کہ یہ گھر ہمیشہ تیرے ذکر کے لئے مخصوص رہے گا تو اسے کون بدل سکتا ہے۔

واجعلنا مسلمین لک

اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے

کہ بیت اللہ بنانے کے دو حقیقت دو حصے ہیں۔ ایک حصہ بندے سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا حصہ خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ جس مکان کو ہم بیت اللہ سمجھتے ہیں وہ اینٹوں سے بنتا ہے۔ چونے سے بنتا ہے گارے سے بنتا ہے۔ اور یہ کام خدا نہیں کرتا بلکہ انسان کرتا ہے۔ مگر کیا انسان کے بنانے سے کوئی مکان بیت اللہ بن سکتا ہے انسان تو صرف ڈھانچا بناتا ہے۔ روح اس میں خدا تعالےٰ ڈالتا ہے۔ اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ڈھانچہ تو میں نے اور اسمٰعیلؑ نے بنا دیا ہے مگر ہمارے بنانے سے کیا بنتا ہے ربنا تقبل منا۔ اے خدا تو ہمارے اس تحفہ کو قبول کر اور اسے اپنے پاس سے مقبولیت عطا فرما۔ ورنہ محض مسجدیں بنانے سے کیا بنتا ہے۔ کئی مسجدیں ایسی ہیں جو باپ دادوں نے بنائیں اور بیٹوں نے بیچ ڈالیں۔

کئی مسجدیں ایسی ہیں

جو بادشاہوں یا شہزادوں نے بنائیں مگر آج ان میں کتے یا خانہ بھرتے ہیں۔ اس لئے کہ انسان نے تو مسجدیں بنائیں مگر خدا نے انہیں قبول نہ کیا۔ پس حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کہتے ہیں کہ اے خدا ہم نے تو تیرا گھر بنایا ہے مگر یہ محض ہمارے بنانے سے قیامت تک قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک تو چاہے گا۔ اس لئے ربنا تقبل منا۔ اے خدا ہم نے جو گھر بنایا ہے اسے تو قبول فرما اور تو سچ مچ اس میں رہ پڑ۔ اور جب خدا کسی جگہ بس جائے تو وہ کیسے اُجڑ سکتا ہے گاؤں اجڑ جائیں تو اجڑ جائیں بستیاں شہر اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں وہ مقام کبھی اُجڑ نہیں سکتا جس جگہ خدا بس گیا ہو۔ چنانچہ دیکھو ہزاروں سال تک مکہ بے آباد رہا مگر چونکہ خدا وہاں تھا اس لئے اس کی عزت قائم رہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہی دعا مانگتے ہوئے فرماتے ہیں ربنا واجعلنا مسلمین لک۔ اے خدا اس گھر کی آبادی تیرے بندوں سے وابستہ ہے۔ مگر محض لوگوں کی آبادی کوئی چیز نہیں

اصل چیز یہ ہے

کہ اس سے تعلق رکھنے والے نیک ہوں۔ پس ہم جو بیت اللہ کو بنانے والے ہیں۔ اور جو دو افراد ہیں ہماری پہلی دعا تو یہ ہے کہ تو خود ہمیں نیک بنا دے

ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک اور پھر ہماری اولاد میں سے ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے جو تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو۔ وارنا مناسکنا پھر چاہے انسان کے دل میں کتنا ہی اخلاص ہو اگر اُسے طریق معلوم نہ ہو کہ کس طرح کسی گھر کو آباد رکھنا ہے تو پھر بھی وہ غلطی کر جاتا ہے۔ اس لئے وہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا نہ صرف ہمارے دلوں میں ایمان قائم رکھ بلکہ وقتاً فوقتاً ہمیں یہ بھی بتاتا رہیو کہ ہم نے کس طرح اسے آباد رکھنا ہے اور ہم کونسا وہ طریق عبادت اختیار کریں جس سے تو خوش ہو اور یہ گھر آباد رہ سکے۔

وتب علینا مگر اس اخلاص کے باوجود اس الہام کے باوجود جو یہ بتاتا رہے کہ کس طرح اس گھر کو آباد رکھنا ہے اے خدا ہم بندے ہیں اور ہم نے غلطیاں کرنی ہیں۔ تو تو اب اور رحیم ہے تو ہمیں معاف کر دیا کر۔ اور ہمارے گناہوں سے درگذر کرتا رہ انک انت التواب الرحیم تو بڑی توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ تواب اور رحیم نام اس لئے لائے گئے ہیں کہ بندہ خواہ کتنی بھی نیک نیتی کے ساتھ کام کرے وہ غلطی کر جاتا ہے ایسی حالت میں توابیت اس کے کام آتی ہے۔ اور اگر اچھا کام کرے تو رحیمیت اس کے کام آتی ہے۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم اے ہمارے رب تو ان لوگوں میں جو اس جگہ رہیں گے۔

ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما

منھم اور اے ہمارے رب رسول کے آنے سے یہ ضرورت تو پوری ہو جائے گی کہ خانہ کعبہ سے جس طرح تعلق رکھنا ہے اس کا پتہ لگ جائے گا اور وہ سچے اور مخلص مومن بن جائیں گے۔ مگر اے ہمارے رب ہم نے جو اپنی اولاد کو یہاں آ کر بسایا ہے اس میں کچھ خود غرضی بھی ہے۔ ہماری یہ بھی غرض ہے کہ تیرا نام بلند ہو اور ہماری یہ بھی غرض ہے کہ ہماری اولاد کے ذریعہ تیرا نام بلند ہو۔ ہم نے صرف تیرا گھر نہیں بنایا بلکہ اپنی اولاد کو بھی یہاں لا کر بسا دیا ہے گویا ہم نے جو تیرے نام کی بلندی کی کوشش کی ہے اس میں کچھ خود غرضی بھی شامل ہے ہم نے یہ مکان بنایا ہے اس لئے کہ تیرا نام بلند ہو اور ہم نے اپنی اولاد یہاں اس لئے بسائی ہے کہ اس کے ذریعہ تیرا نام بلند ہو۔ پس ہم نے جو اپنی اولاد یہاں بسائی ہے اس میں ہماری یہ غرض بھی شامل ہے کہ آنے والا رسول ہم ہی میں سے ہو باہر سے نہ ہو۔ یتلوا علیھم آیاتك وہ تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر

سنائے

تیرے نشانات اور معجزات

کے ذریعہ ان کے ایمانوں کو بلند کرے۔ ویعلمھم الکتاب اور تیری شریعت جس کے بغیر باطن پاکیزہ نہیں ہو سکتا اور جو انسان کو کمل نمونہ بنا دیتی ہے نازل ہو اور وہ لوگوں کو سکھائے والحکمۃ اور اے ہمارے رب جب وہ رسول آئے گا انسانی عقل تیز ہو چکی ہوگی۔ اس وقت انسان بچہ نہیں ہوگا کہ اُسے یہ کہا جائے اُٹھ اور فلاں کام کر۔ اور جب وہ کہے کہ میں کیوں کروں تو اسے کہا جائے آگے سے بکواس مت کرو۔ عیسےٰؑ کے زمانہ میں اور موسےٰؑ کے زمانہ میں اور نوحؑ کے زمانہ میں ایسا ہو چکا۔ مگر جب وہ نبی آئے گا اس کا زمانہ انسانی عقل کے ارتقاء کا زمانہ ہوگا اس وقت بندہ صرف یہی نہیں سنے گا کہ کر بلکہ وہ پوچھے گا کہ کیوں کروں۔ پس یعلمھم الکتاب والحکمۃ اے خدا تو اس کو موسیٰؑ کی طرح شریعت ہی نہ دیجیو۔ نوحؑ کی طرح صحف ہی نہ دیجیو۔ داؤدؑ کی طرح احکام ہی نہ دیجیو بلکہ ساتھ ہی ان کی وجہ بھی بتا دیجیو۔ اور ان احکام کی حکمت بھی واضح کیجیو۔ تاکہ نہ صرف ان کے جسم تیرے حکم کے تابع ہوں بلکہ ان کا دماغ اور دل بھی تیرے حکم کے تابع ہو اور وہ سمجھیں کہ جو کچھ کہا گیا ہے فلسفہ کے ماتحت کہا گیا ہے۔ عقل کے ماتحت کہا گیا ہے ضرورت کے ماتحت کہا گیا ہے۔ فوائد کے ماتحت کہا گیا ہے۔ ویزکیھم اور ان کو پاک کرے۔ دماغ کو ہی پاک نہ کرے بلکہ حکمت سکھا کر ان کے

قلوب کو بھی محبت الٰہی سے بھر دے

یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو خدا تعالےٰ میں جذب کر دیں۔ الٰہی صفات ان میں پیدا ہو جائیں اور وہ چلتے ہوئے انسان نظر نہ آئیں بلکہ خدا نمائی کا ایک آئینہ دکھائی دیں۔ انک انت العزیز الحکیم اے ہمارے رب ہم نے جو چیز مانگی ہے بظاہر یہ ناممکن نظر آتی ہے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ لیکن ہم خوب جانتے ہیں کہ تجھ میں طاقت ہے۔ تو عزیز خدا ہے تو غالب خدا ہے اور تیری شان یہ ہے کہ جس بات کو کہے کہ کر دوں گا میں یہ ضرور ٹلتی نہیں۔ وہ بات خدائی یہی تو ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تو ایسا کر سکتا ہے

انک انت العزیز الحکیم چونکہ تو عزیز خدا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ایسا رسول آئے۔ اس پر اعتراض ہو سکتا تھا کہ اگر پہلے خدا نے ایسا رسول نہیں بھیجا تو اب کیوں بھیجے اور اگر پہلے بھی ایسا رسول بھیجنا ضروری تھا تو پھر ایسے رسول کو نہ بھجوا کر بنی نوع انسان پر کیوں ظلم کیا گیا۔ اس اعتراض کا الحکیم کہہ کر ازالہ کر دیا کہ ہم جانتے ہیں پہلے ایسا رسول آ ہی نہیں سکتا تھا۔ پہلے لوگ اس قابل ہی نہیں تھے کہ محمدیؐ تعلیم کو برداشت کر سکیں پس ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام عزیز کہہ کر

خدائی غیرت کو جوش دلایا ہے

اور کہا ہے کہ ہمارا مطالبہ غیر معقول نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تو ایسا کر سکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی حکیم کہہ کر بتا دیا کہ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ اگر پہلے تو نے ایسا رسول نہیں بھجوایا تو نعوذ باللہ تو نے بخل سے کام لیا ہے۔ بلکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر پہلے تو نے ایسا نبی نہیں بھیجا تو صرف اس لئے کہ پہلے ایسا نبی بھیجنا مناسب نہیں تھا۔

یہ کیسی کامل دعا ہے

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام اور آپ کے بلند ترین مدارج کو واضح کرنے والی ہے۔ مگر میں پھر کہتا ہوں دنیا دوسری چیزوں کی نقلیں کرتی ہے دنیا چاہتی ہے کہ اگر اُسے اچھی تصویریں نظر آئیں تو ان کو اپنے گھروں میں لے جائے۔ وہ خوشنما اور خوبصورت مناظر دیکھتی ہے تو ان کے نقشے اپنے گھروں میں رکھتی ہے۔ مگر انسان کو یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ خانہ کعبہ کی بھی نقلیں بنائے جنہیں لوگ دیکھیں اور جہاں لوگ اپنی زندگیاں خدا تعالےٰ کے ذکر اور اس کے نام کی بلندی کے لئے وقف کر دیں۔ انسان کو یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ میں اپنے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لا کر بٹھا دوں۔ تا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور تصویر کو دیکھ کر

اور لوگ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل بننے کی کوشش کریں حالانکہ اگر دنیا میں ہر جگہ خانۂ کعبہ کے ظل اور اس کی نقلیں نہ ہوں۔ اگر دنیا میں ہر جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل اور آپؐ کی نقلیں نہ ہوں تو وہ دنیا ہرگز رہنے کے قابل نہیں۔ دنیا تبھی بچ سکتی ہے، دنیا تبھی زندہ رہ سکتی ہے۔ دنیا تبھی ترقی کر سکتی ہے جب ہر ملک کے لوگ خانۂ کعبہ کی نقل میں ایسی جگہیں بنائیں جہاں لوگ اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ اور انسان کوشش کرے کہ ہر خطۂ زمین پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے نظر آئیں۔ بہرحال

یہ دعائیں ہیں

جو خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے مانگیں۔ میں اس وقت اسی پر بس کرتا ہوں۔ اگر میری تقریر کے لمبا ہو جانے کی وجہ سے بعض تقریریں ضائع ہو گئی ہوں تو بے شک ہو جائیں ہمارا مقصد اس جلسہ میں تقریریں کرنا نہیں بلکہ دعائیں کر کے اس مقام کو بابرکت بنانا ہے۔ میں نے دعائیں سکھا دی ہیں۔ یوں انسان کے ذہن میں دعائیں نہیں آتیں۔ مگر نبیوں کے ذہن میں جو دعائیں آتی ہیں وہ نہایت کامل ہوتی ہیں خدا تعالےٰ کے نبی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے دل میں ویسے وقت میں جو خیالات آسکتے اور جو کچھ ان مقدس مقامات کے فرائض اور ذمہ داریاں ہیں اور کامیابی کے حصول کے لئے دعا تعالےٰ کے جن فضلوں کی ضرورت ہے ان تمام چیزوں کو آپ نے اللہ تعالےٰ سے مانگا ہے۔ اور اب آپ سب لوگ

میرے ساتھ مل کر دعا کریں

یہ زمین ابھی ہمیں پورے طور پر ملی نہیں۔ ہم تفاؤل کے طور پر اسے اپنا مرکز بناتے ہیں اور دعاؤں کے ساتھ اسے اپنا مذہبی مقدس مقام قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا فرض ہو گا کہ ہم اس مقام کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کوشش کریں اور ہمیشہ دین اسلام کی خدمت اور خدا تعالیٰ کے نام کی بلندی کے لئے اسے استعمال کرنے کی کوشش کریں۔ پس آؤ جس طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے اللہ تعالےٰ سے یہ دعا کی کہ اے خدا میں ابراہیمؑ کی طرح تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مدینہ کو بھی اسی طرح برکتیں دے جس طرح تو نے مکہ کو برکتیں دی ہیں۔ اسی طرح ہم بھی اس مقام کے بابرکت ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور غلام ضرور ہیں اور جہاں آقا جاتا ہے وہاں خادم بھی جایا کرتا ہے گورنر کی جب کسی جگہ دعوت ہو تو اس مقام پر گورنر کا چپڑاسی بھی پہنچ جایا کرتا ہے پس

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہونے کی حیثیت سے

ہمارا بھی خدا پر حق ہے اور ہم بھی خدا تعالیٰ کو اس کا یہ حق یاد دلاتے ہوئے اس سے کہتے ہیں کہ اے خدا جس طرح تو نے مکہ اور مدینہ اور قادیان کو برکتیں دیں اسی طرح تو ہمارے اس نئے مرکز کو بھی مقدس بنا اور اسے اپنی برکتوں سے مالا مال فرما۔ یہاں پر آنے والے اور یہاں پر بسنے والے۔ یہاں پر مرنے والے اور یہاں پر جینے والے سارے کے سارے خدا تعالےٰ کے عاشق اور اس کے نام کو بلند کرنے والے ہوں اور یہ مقام اسلام کی اشاعت کے لئے احمدیت کی ترقی کے لئے۔ روحانیت کے غلبہ کے لئے خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اونچا کرنے کے لئے اور اسلام کو باقی تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے بہت اہم اور اونچا اور صدر مقام ثابت ہو۔

پس آؤ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس مقام کو ہمارے لئے بابرکت کرے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم منشاءِ ابراہیمیؑ۔ منشاءِ محمدی اور منشاءِ مسیح موعودؑ کے مطابق اس مقام کو خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے ایک بہت بڑا مرکز بنائیں اور خدا تعالیٰ کے فضل ہم کو اس بات کی توفیق عطا فرمائیں کہ ہم نے اس مقام کو اشاعتِ اسلام کے لئے مرکز قرار دے کر جو ارادے کئے ہیں وہ پورے ہو جائیں۔ کیونکہ سچی بات یہی ہے کہ ہم نے جو ارادے کئے ہیں ان کو پورا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں

اس کے بعد حضور نے ان ہزار ہا مخلصین کے ساتھ جنہیں اللہ تعالےٰ نے اس مقدس اجتماع میں شریک ہونے کی توفیق بخشی تھی۔ اللہ تعالےٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر ایک لمبی دعا کی اور پھر فرمایا۔

اب میں سجدہ میں گر کر دعا کرتا ہوں کیونکہ سجدہ دعا کے لئے ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ اگر جگہ نہ ہو تو لوگ ایک دوسرے کی پیٹھوں پر بھی سجدہ کر سکتے ہیں۔

یہ الفاظ کہتے ہی حضور سجدہ میں گر گئے۔ اور حضور کے ساتھ ہی ہزاروں مخلصین جو اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لئے دور و نزدیک سے تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی سربسجود ہو گئے۔ اور رب العرش سے اس مقام کے بابرکت ہونے کے متعلق آنسوؤں کی جھڑی اور آہ و بکا کے شور کے ساتھ دعائیں کی گئیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ط

استقامت

جنوں کیا ہے اپنے ارادے پر اڑنا
ہوا سے بگڑنا بگولوں سے لڑنا

اسی کا تو ہے نام جنت کا حُلّہ
شہیدوں کا اپنے لہو میں لتھڑنا

دیارِ محبت کی ہر بات الٹی
اُجڑنا ہے بسنا تو بسنا اجڑنا

جسے سمجھے ہیں باغباں گل کھلانا
وہ ہے اصل میں دل کے ٹانکے اُدھڑنا

جہاں جم گئے جم گئے پاؤں تنویر
نہیں جانتے یہ جگہ سے اُکھڑنا

تنویر

للّٰہ الحمد کہ پھر دید کا ساماں ہوا

للّٰہ الحمد کہ پھر دید کا ساماں ہوا
ہم غریبوں پہ خداوند کا احساں ہوا

ہو گئے خرّم و خوش۔ رنج و الم بھول گئے
جونہی الفضل میں اس جلسہ کا اعلان ہوا

حبّذا حضرت اقدس کی زیارت ہو گی
جن کے اوصاف کا ہر شخص ثناخواں ہوا

وہ اولوالعزم، وہ فرزندِ مسیحؑ و مہدی
جس کی ہمّت سے بیاباں گلستاں ہوا

جس کی ہر بات سے تقویٰ کا سبق ملتا ہے
جس کے ہر درس سے شیطان بھی انساں ہوا

جس کی تقریر سے اُڑ جاتا ہے سحرِ دجّال
جس کے ہر لفظ سے گھر کفر کا ویراں ہوا

اس کو تائیدِ خدا نصرتِ رحماں ملی
اس پہ الطافِ خدا سایۂ رحمٰن ہوا

گونج اٹھی نعرۂ تکبیر سے ربوہ کی زمیں
آمدِ ابنِ مسیحاؑ کا جو اعلان ہوا

لُٹ گئے ایک ہی ساغر میں مرے ہوش و حواس
میں ہوں وہ مست کہ مستِ مئے عرفاں ہوا

آج جو شخص بھی موجود ہے اس جلسہ میں
حضرت مہدیٔ مسعود کا مہماں ہوا

دعوتِ عام ہے ہر طالبِ دیدار کو شوقؔ
ہم پہ ربوہ میں خداوند کا فیضاں ہوا

عبدالحمید شوقی

اعترافِ حقیقت

جامِ جم دیکھتے ہی دیکھتے ہر جام ہوا
شکرِ یزداں ہے کہ تُو ساقیٔ گلفام ہوا

پیشگوئی تری ہر ایک ہوئی پوری آج
لفظ نکلا جو ترے منہ سے وہ الہام ہوا

تُو نے اس رنگ میں کی نشو و نما پودوں کی
رشکِ گلزارِ جہاں گلشنِ اسلام ہوا

تری مخمور نگاہوں کے تصدق محمود!
ہر تہی دستِ زمانے کا مے آشام ہوا

ترے الطاف و کرم ہی کی بدولت آخر
دُور نظروں سے مری سایۂ آلام ہوا

رائیگاں آپ کی کوشش نہ گئی کوئی بھی
باروَر حضرتِ محمود کا ہر کام ہوا

نصرتِ حق نے دیا ساتھ بہر گام ترا
جو مقابل ترے آیا وہی ناکام ہوا

کسی مذہب کا عَلم چھو نہیں سکتا اس کو
سربلندی میں فزوں پرچمِ اسلام ہوا

کارنامے ترے لکھیں گے ہم آبِ زر سے
باعثِ فخر زمانے میں ترا نام ہوا

تھا مسلماں تو میں پہلے بھی مگر اے روحیؔ
فرق اب یہ ہے کہ دلدادۂ اسلام ہوا

روحی کنجاہی لائل پور

93

کلماتِ طیّبات سیّدنا حضرت مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

علومِ جدیدہ کو اسلام کے تابع کرو اور آسمانی عقل رکھنے والے مردِ خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھاؤ

تاکہ

تمہارے اندر معرفت اور یقین کی روشنی پیدا ہو

"میری یہ باتیں اس لئے ہیں کہ تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو۔ ان باتوں پر عمل کرو اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو۔ تاکہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لانے کا وسیلہ ہو۔ اس لئے کہ آجکل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل کی بناء پر ہے اس لئے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں تاکہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے۔ میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علومِ جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ ان کو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلّل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفّن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیّت کا اقرار کرتے ہیں۔

پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علومِ جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدّ و جہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یک طرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہلِ دل اور اہلِ ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے۔ اور اسلام سے دور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے۔ اُلٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفّل بن گئے مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

بات یہ ہے کہ ان علوم کی تعلیمیں بادریت اور فلسفیت کے رنگ میں دی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کا دلدادہ چند روز تو حسنِ ظن کی وجہ سے جو اس کو فطرتاً حاصل ہوتا ہے۔ رسوم اسلام کا پابند رہتا ہے۔ لیکن جوں جوں ادھر قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اسلام کو دور چھوڑ جاتا ہے اور آخر ان رسوم کی پابندی سے بالکل ہی رہ جاتا ہے اور حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رہتا یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہے۔ یکطرفہ علوم کی تحقیقات اور تعلیم میں منہمک ہونے کا۔ بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس رمز کو نہیں سمجھ سکے۔ کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو اور کسی اہلِ دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مردِ خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔"

(ملفوظات صفحہ ۶۸ تا ۷۰)

آج سے ۴۸ سال قبل کا تحریر فرمودہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک اہم مکتوب گرامی

ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک اہم مکتوب کا چربہ شائع کیا جاتا ہے۔ جو حضور نے آج سے ۴۸ سال قبل حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب رضی اللہ عنہ کے نام تحریر فرمایا تھا۔ اس خط میں حضور اطال اللہ بقاءہ نے مدرسہ احمدیہ (جس کا نام اب جامعہ احمدیہ ہے) کی ترقی کے لئے ملک کے عربی مدارس کے دورہ کی تجویز کا ذکر فرمایا ہے اور اس ادارہ کی اہمیت بتاتے ہوئے اسے "جماعت کے باغ کے باغبان" پیدا کرنے والا ادارہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی ہے۔ اس خط سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ کس طرح شروع سے ہی حضور کو غیر معمولی طور پر دینی کاموں سے تعلق اور وابستگی رہی ہے۔ واضح رہے کہ عربی مدارس کا یہ دورہ ۱۹۱۲ء میں کیا گیا تھا اور یہ دورہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

مکرمی اخویم فرزند علی صاحب

السلام علیکم ایک خط پہلے ارسال کر چکا ہوں
امید ہے کہ ملا ہوگا۔ اب ایک اور ضرورت کے لئے آپکو خط
لکھتا ہوں۔ مدرسہ احمدیہ کی ترقی کے لئے تجویز ہے کہ ایک وفد
مختلف مدارس عربیہ کا دورہ کرے تا اور مفید تجاویز
جو قابل عمل ہوں اس مدرسہ میں عمل میں لائی جائیں۔ اس وفد میں
میں بھی ہوں میرے علاوہ اور چار شخص ہونگے انشاء اللہ
مولوی سید سرور شاہ صاحب حافظ روشن علی صاحب۔ عرب صاحب
شیخ یعقوب علی صاحب۔ میں تو اپنا خرچ انشاء اللہ
خود دونگا باقیوں کے لئے ارادہ ہے کہ چندہ دوستوں سے چندہ
کر لیا جائے۔ ان احباب کا خرچ اندازاً دو سو روپیہ ہوگا

مدرسہ احمدیہ چونکہ حضرت صاحب کی یادگار کے طور پر
قائم کیا گیا ہے اور ہماری امید ہے کہ انشاء اللہ
ایک دن جماعت کے باغ کے باغبان پیدا کریگا۔ اس لئے
جو کچھ مدد کوئی شخص کریگا وہ انشاء اللہ تعالیٰ
کی خوشنودی کا باعث اور تقویٰ میں ترقی کا ذریعہ ہوگا

اس لئے آپکو بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپ بھی
اگر چاہیں تو اس کام میں شریک ہو جائیں۔ اگر کوئی اور
دوست چاہیں تو وہ بھی شامل ہو سکتے ہیں اور یہ شمولیت
کسی کے لئے مضر ثابت نہ ہوگی بلکہ دین و دنیا کی بہتری کا
موجب ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن تنالوا
البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ اگر صدر انجمن نے اس
وفد کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا تو یہ روپیہ صدر انجمن کے

خزانہ میں داخل کر دیا جائیگا۔ اور مدرسہ احمدیہ کی
مد میں یا جو شخص بھیجیگا وہ داخل خزانہ کر دیا جائیگا
حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی اس وفد کو بہت پسند فرمایا
ہے۔ ہم اور دوسرے دوست انشاء اللہ یکم یا دوم
اپریل کو یہاں سے چلینگے۔

والسلام خاکسار
مرزا محمود احمد

دُورُخی وفاداری کا سوال اور مسٹر کینیڈی

خُدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کا مسلک بالکل واضح اور پاک و صاف ہے

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

گزشتہ ایام میں جب ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے نئے صدر کے انتخاب کے تعلق میں مسٹر نکسن اور مسٹر کینیڈی کے درمیان زبردست رسہ کشی ہو رہی تھی تو اس وقت مذہباً رومن کیتھولک ہونے کی وجہ سے مسٹر کینیڈی کے متعلق یہ سوال گرما گرم بحث کا موضوع بن گیا تھا کہ چونکہ رومن کیتھولک عقیدہ رکھنے والے لوگ پوپ کی فرمانبرداری کا دم بھرتے ہیں اور اس معاملہ میں بہت سخت رویہ رکھتے ہیں اس لئے اگر کسی موقعہ پر امریکہ کے مفاد اور پوپ کی ہدایات میں ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو گئی اور ڈیوائیڈڈ فائڈیلٹی کا سوال اٹھ کھڑا ہوا۔ تو ایسے وقت میں مسٹر کینیڈی کا رویہ کیا ہو گا؟ آیا وہ اس صورت میں اپنے ملک اور اپنے عہدہ کے مفاد کو مقدم رکھیں گے یا کہ اپنے عقیدہ کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے مذہبی پیشوا پوپ کی ہدایت پر عمل کرینگے؟ مسٹر کینیڈی ایک بہت ہوشیار آدمی ہیں انہوں نے اس بحث میں یہ جواب دے کر اپنی جان چھڑائی کہ اگر کبھی اس قسم کے ٹکراؤ اور تضاد کی صورت پیدا ہوئی تو میں عہدہ صدارت سے استعفاء دیدونگا۔ (اخبار ٹائم نیویارک امریکہ صفحہ ۱۱ اشاعت مورخہ ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء)

اس جواب سے امریکہ کے بیشتر سیاسی حلقوں میں تسلی کی صورت پیدا ہو گئی اور مسٹر کینیڈی اپنے حریف مسٹر نکسن کے مقابلہ میں کامیاب ہو کر امریکہ کے نئے صدر بن گئے اور آئندہ چار سال تک وہی امریکہ کے مدارالمہام ہوں گے۔ بلکہ ایک طرح سے دنیا بھر کی سیاست کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں رہے گی یا یوں کہو کہ سیاست عالم کی رتھ کے بیلوں میں سے ایک بیل کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہو گی اور دوسرے بیل کی باگ ڈور بدستور روس کے آمر مطلق کے ہاتھ میں رہے گی۔ اور یاجوج ماجوج کی اس کشمکش میں دنیا کا حافظ خدا ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو مسٹر کینیڈی کا یہ جواب ان کے اپنے معتقدات کی رو سے بھی درست جواب نہیں تھا۔ ان کو حضرت مسیح ناصری کے مشہور قول کے مطابق یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ:۔

"جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو"

(متی باب ۲۲ آیت ۲۱ و ۲۲)

مگر شاید مسٹر کینیڈی اپنے ملک کے ووٹروں سے ڈر گئے کہ کہیں حضرت مسیحؑ کے قول کے مطابق جواب دینے سے ان کے لئے امریکہ کے سیاسی حلقوں میں کوئی پیچیدگی نہ پیدا ہو جائے حالانکہ حضرت مسیحؑ کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ حقوق کے مختلف میدان ہوتے ہیں اور ہر میدان سے تعلق رکھنے والی ذمہ داریاں بھی مختلف ہوا کرتی ہیں اور اگر انسان ان ذمہ داریوں کو سمجھ بوجھ اور دیانتداری کے ساتھ ادا کرے تو کوئی ٹکراؤ کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حضرت مسیح ناصری کی بعثت عالمگیر نہیں تھی اور صرف اسرائیلی اقوام تک محدود تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے جواب کو صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کے مخصوص حالات تک محدود رکھا اور قیصر روما کی مثال سے آگے نہیں گئے اور نہ ہی اس اصول کی تشریح فرمائی۔ اور غالباً ایسی تشریح ان کے لئے ممکن بھی نہیں تھی۔ لیکن اسلام اور احمدیت کا مشن عالمگیر ہے اس لئے خدا کے فضل سے ہماری تعلیم میں اس مسئلہ کی پوری پوری تشریح موجود ہے اور اسے ایک وسیع اصول کے طور پر بیان کر کے اس کے سارے امکانی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کے نتیجہ میں ہمارا مسلک بالکل ظاہر و عیاں ہے اور

ہمیں خدا کے فضل سے کسی پریشانی اور کسی الجھن میں مبتلا ہونے اور کسی کے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہمارا سر اونچا ہے بلکہ ہمارا ضمیر بھی بالکل صاف اور پاک ہے وذالک فضل اللہ ولا فخر

سب سے پہلے تو قرآن مجید جو خدا کا کلام ہے واضح الفاظ میں فرماتا ہے کہ:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (سورۃ نساء آیت ۶۰)

"یعنی اے مومنو تم پر واجب ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کے علاوہ جو لوگ تم میں حاکم ہوں ان کے بھی فرمانبردار رہو"

اس اوپر والی آیت میں جو منکم کا لفظ آتا ہے (یعنی تم میں) اس سے یہ شبہ نہیں کرنا چاہیئے کہ صرف ایسے حاکموں کی اطاعت فرض ہے جو مومن اور مسلمان ہوں بلکہ یہ آیت ایک اصول کے رنگ میں ہے اور مِنْ کا لفظ عربی زبان میں عام طور پر فی کے معنی میں بھی آتا ہے اور مراد یہ ہے کہ جو لوگ تم میں اولی الامر یعنی صاحب حکومت ہوں ان کی اطاعت ہر سچے مسلمان پر واجب ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت میں حاکم اور محکوم کو ایک گروپ کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ تم میں سے بعض حاکم ہیں اور بعض محکوم ہیں پس جو بھی حاکم ہے اس کی اطاعت کرو اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں مِنْ اور فِی کی بحث کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں حکم ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یہاں اولی الامر کی اطاعت کا صاف طور پر حکم ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ منکم میں (غیر مسلم) گورنمنٹ شامل نہیں تو یہ اس کی صریح غلطی ہو گی۔ گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے (یعنی اس کے احکام میں شریعت کے احکام سے صریح ٹکراؤ نہیں پایا جاتا) وہ اسے منکم میں داخل کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ دراصل ہم میں داخل ہے۔ پس اشارۃ النص کے طور پر قرآن سے ثابت ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہیئے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ ص ۲۶۱)

اسی طرح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن یعصنی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی (مسلم کتاب الامارۃ)

"یعنی جو شخص میری اطاعت کرتا ہے وہ دراصل خدا کی اطاعت کرتا ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرتا ہے وہ دراصل خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنے حاکم کی اطاعت کرتا ہے وہ بھی دراصل میری اطاعت کرتا ہے اور جو شخص حاکم کی نافرمانی کرتا ہے وہ دراصل میری نافرمانی کرتا ہے!"

اس حدیث میں اطاعت کے فلسفہ پر بڑی لطیف روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ دراصل اطاعت کا حقدار تو صرف خدا ہے جو ہمارا خالق و مالک اور افراد و اقوام عالم کا آقا ہے اور باقی سب ظل کے طور پر اس حکم میں آتے ہیں۔ نبی خدا کا نمائندہ اور اس کا پیغامبر اور لوگوں تک اس کے احکام پہنچانے والا ہے۔ اس لئے اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے حاکم خدا کی مخلوق میں نظام اور امن قائم رکھنے والا اور اس کے بندوں کی جان و مال اور آبرو کا محافظ ہے اس لئے

ـــہ Divided Fidelity

اس کی اطاعت بھی خدا کے منشاء کو پورا کرنے والی ہے اور گویا خود اسی کی اطاعت ہے۔ اس طرح یہ ساری اطاعتیں درحقیقت ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور حاکم کی اطاعت میری اطاعت ہے۔

اسی اصول کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کی رو سے جس حکومت میں بھی کوئی شخص رہے اس حکومت کا اسے وفادار رہنا چاہیئے...... یہ خیال کرنا کہ ہندوستان اور پاکستان کے احمدیوں کی اپنی حکومتوں سے وفاداری صرف اسی وقت تک ہوگی جب تک امام جماعت احمدیہ ان کو ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے اول درجہ کی حماقت اور بیوقوفی ہے۔ اس معاملہ میں امام جماعت احمدیہ کوئی حق ہی نہیں رکھتا۔ اسلامی تعلیم کو دہرانا (اور اس پر لوگوں کو چلانا) اس کا کام ہے وہ اسے بدل نہیں سکتا...... حکومت کی وفاداری ہمارے نزدیک قرآن کریم کا حکم ہے اور قرآن خدا تعالیٰ کی کتاب ہے........ کوئی خلیفہ یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اس حکم کو بدل دے کیونکہ خلیفہ ڈکٹیٹر نہیں بلکہ وہ نائب ہے اور نائب اپنے بالا حکام کے احکام کا اسی طرح تابع ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے لوگ"۔

(الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۹ء)

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں کہ:۔

"سرکاری افسروں اور ملازمین پر خصوصیت سے ان ہدایات کی پابندی لازم ہے جو حکومت کی طرف سے ان کے متعلق جاری ہوں اور جن امور میں حکومت کی طرف سے ان پر پابندی عائد کی جائے ان کی تعمیل میں سرِ مو فرق نہ آنا چاہیئے۔ ایمان اور دیانت کا یہی تقاضا ہے کہ جب کوئی شخص حکومت کی ملازمت اختیار کرتا ہے تو ملازمت اختیار کرنا ہی اس کی طرف سے اس بات کا عہد ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کو سرگرمی اور اخلاص اور دیانت کے ساتھ ادا کرتا رہے گا۔ اور حکومت کی جاری شدہ تمام ہدایات کی پوری پابندی کریگا۔ اس عہد کی خلاف ورزی اسے حکومت کی طرف سے بھی قابل مواخذہ بناتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رو برو بھی وہ جواب دہ ہوتا ہے اور وہ اپنے ایمان اور تعلق باللہ کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔"

(اخبار المصلح ۱۸ر جون ۱۹۵۳ء)

عقلاً بھی یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ جو جماعت عالمگیر مشن رکھتی ہو اور اس نے ہر ملک میں تبلیغ کرنی ہو اور ہر قوم میں اس کے ممبر اور ہم عقیدہ لوگ پائے جاتے ہوں وہ لازماً اسی اصول پر قائم ہو سکتی ہے کہ جس ملک میں کوئی شخص رہے وہ اس ملک کی حکومت کا پوری طرح وفادار رہنا چاہیئے ورنہ ایسی قوم دنیا میں قیام امن کا موجب بننے کی بجائے عالمگیر فساد کا باعث بن جائے گی اور دنیا میں ایک ایسی کشمکش شروع ہو جائے گی جو یا تو خود ایسی قوم کو تباہ کر کے رکھ دیگی یا مختلف قومیں آپس میں الجھ کر دنیا کے امن کو برباد کر دینگی اور ظاہر ہے کہ کوئی سمجھدار قوم ایسی خودکشی یا ایسی عالم کشی کا اقدام نہیں کر سکتی۔ مثلاً جماعت احمدیہ کے افراد اس وقت پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ ملایا اور جاوا اور سماٹرا اور ایران اور عراق اور شام اور مصر اور کینیا اور یوگنڈا اور ٹانگانیکا اور نائیجیریا اور گھانا اور سیرالیون اور سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ اور جرمنی اور برطانیہ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا اور جنوبی امریکہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور پاکستان اور ہندوستان سے باہر بھی بعض ممالک میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے اور دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اب کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ ایسی قوم دو رخی وفاداری یعنی ڈیوائیڈڈ فائڈیلیٹی[1] کے اصول پر ایک دن کے لئے بھی قائم رہ سکتی ہے؟

بالآخر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ دو ایسے ملکوں میں لڑائی چھڑ جائے جن میں احمدی بستے ہوں اور وہ دونوں اپنی اپنی حکومتوں کی وفاداری کا دم بھرتے ہوں تو اس صورت میں جماعت احمدیہ کی پوزیشن کیا ہوگی؟ سو یہ سوال بھی کوئی نیا سوال نہیں۔ نہ یہ سوال ہمارے لئے نیا ہے اور نہ دنیا کے لئے نیا ہے۔ ہماری طرف سے تو ہمیشہ یہ جواب ہوتا رہا ہے کہ خدا کے فضل سے پھر بھی ہماری یہی پوزیشن ہوگی کہ ہر ملک کے احمدی اپنے ملک کی حکومت کے وفادار رہیں گے۔ کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ خود ساختہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ خدا کا بتایا ہوا اور رسول کا سمجھایا ہوا عقیدہ ہے جسے کسی صورت میں بدلا نہیں جا سکتا۔ اگر اس طرح کوئی احمدی کسی احمدی کے ہاتھ سے مرتا ہے تو ہم مجبور و معذور ہیں۔ اصول کو کسی فرد پر قربان نہیں کیا جا سکتا مگر فرد کو اصول پر قربان کیا جا سکتا ہے۔ اور قرآن کا خدا یقیناً ایسے فعل کو قابل معافی سمجھے گا جو اس کی بتائی ہوئی تعلیم کے نتیجہ میں حالات کی مجبوری کی صورت میں سرزد ہوتا ہے۔ اور دنیا کے لئے یہ سوال اس لئے نیا نہیں کہ تاریخ میں ایسی سینکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں کہ ہندوؤں کو ہندوؤں کے خلاف اور عیسائیوں کو عیسائیوں کے خلاف اور مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنا پڑا ہے اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ہاتھوں دنیا میں ہزاروں لاکھوں لوگ قتل ہوئے ہیں اور دنیا کی اکثر لڑائیاں بے اصولی کے نتیجہ میں ظلم و تعدّی کے رنگ میں لڑی گئی ہیں۔ تو پھر اگر کسی وقت احمدیوں کو خدا کے بتائے ہوئے اصول کی خاطر احمدیوں کے خلاف معذوری کی صورت میں لڑنا پڑے تو اس پر کیا اعتراض ہے؟ وہ لڑینگے بھی اور دل میں دعا بھی کرینگے کہ خدایا تو اپنے فضل و رحمت سے اس جنگ کو ایسے امن کی صورت میں بدل دے جو دنیا میں حق و انصاف کے قیام کا موجب ہو۔

اور اگر یہ سوال پیدا ہو کہ احمدی ایک امام کے ماتحت ہیں تو پھر اس صورت میں وہ ایک دوسرے کے خلاف کس طرح لڑ سکتے ہیں تو اول تو اس کا اصولی جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس حوالہ میں گزر چکا ہے جو اسی مضمون میں دوسری جگہ درج ہے یعنی خلیفہ شریعت کے احکام کے ماتحت ہے نہ کہ ان سے بالا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:۔

"کوئی خلیفہ یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ خدائی حکم کو بدل دے کیونکہ خلیفہ ڈکٹیٹر نہیں بلکہ وہ نائب ہے اور نائب اپنے بالا حکام کے احکام کا اسی طرح تابع ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے لوگ"

(الفضل ۵ر اپریل ۱۹۴۹ء)

اس تعلق میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جماعت احمدیہ کی خلافت خالص روحانی خلافت ہے جس کا سیاست یا حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔

علاوہ ازیں کیا رومن کیتھولک ملکوں کی کیتھولک ملکوں کے خلاف کبھی لڑائیاں نہیں ہوئیں؟ حالانکہ سب رومن کیتھولک پوپ کے ماتحت ہیں اور ماتحت بھی ایسے کہ اس کے حکم کو گویا خدا کا حکم جانتے ہیں اور پھر کیا بغداد کی خلافت کے زمانہ میں جس کی امامت اور خلافت کو ساری سنی دنیا مانتی تھی بعض مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کے خلاف لڑائیاں نہیں کیں؟ اور پھر کیا ترکی کی خلافت کے زمانہ میں مسلمان ملکوں نے ایک دوسرے کا خون نہیں بہایا؟ حالانکہ یہ سب لڑنے والے ایک خلیفہ اور ایک امام کی ماتحتی کا دم بھرتے تھے۔ یہ سب حقائق بلند آواز سے بولتے ہوئے حقائق ہیں جن کی صداقت میں کوئی سمجھدار انسان شک نہیں کر سکتا تو پھر جماعت احمدیہ کے متعلق ہمارے بار بار کے اعلانات کے باوجود کیونکر شبہ کیا جا سکتا ہے؟

الغرض ہمارا مسلک اس معاملہ میں بالکل واضح اور پاک و صاف ہے اور ہم پھر ایک دفعہ ببانگ بلند دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے افراد اپنی اپنی جگہ پر ہر اس حکومت کے وفادار ہیں جس کے ماتحت وہ بستے ہیں پاکستان کے احمدی پاکستان کے وفادار ہیں اور دل سے اس کی خوشحالی اور ترقی کے لئے دعا گو۔ ہندوستان کے احمدی ہندوستان کے وفادار ہیں اور یہ وہی نصیحت ہے جو مرحوم قائد اعظم نے ہندوستان کے مسلمانوں کو کی تھی۔ انڈونیشیا کے احمدی انڈونیشیا کے وفادار ہیں۔ دمشق و مصر کے احمدی متحدہ عرب جمہوریہ کے وفادار ہیں۔ مغربی افریقہ کے احمدی اپنی اپنی افریقی حکومتوں کے وفادار ہیں۔ جرمنی کے احمدی جرمنی کے وفادار ہیں۔ برطانیہ کے احمدی برطانیہ کے وفادار ہیں اور امریکہ کے احمدی امریکہ کے وفادار ہیں وعلیٰ ھذا القیاس۔ یہ خدا کا حکم ہے اور ہمارے دل کی آواز۔ و ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار: مرزا بشیر احمد ربوہ ۵ر دسمبر ۱۹۶۰ء

---

[1] حاشیہ Divided Fidelity

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت کو زرّیں نصائح

از مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس

آسمانی سلسلے اور وہ جماعتیں جو خدا تعالیٰ کے کسی مامور کے ذریعہ قائم ہوتی ہیں۔ ان کی ترقی اور ان کا پھیلاؤ۔ ان کی کامیابی و کامرانی ان نصائح پر عمل کرنے سے وابستہ ہوتی ہے جو اس زمانہ کے مامور من اللہ نے انہیں کی ہوتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کی ترقی بھی جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک اور مقدس مسیح و مہدی کے ذریعہ دنیا میں قائم کیا۔ یقیناً اور لاریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمودہ ہدایات اور نصائح پر پوری طرح عمل کرنے پر موقوف ہے۔ اس لئے میں نے یہ خیال کیا کہ آج کسی اور موضوع پر لکھنے کی بجائے قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے چند وہ ہدایات اور زرّیں نصائح پیش کروں جو حضرت بانی جماعت احمدیہ نے مختلف اوقات میں اپنی جماعت کو کی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کو جس حالت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ آپ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے عیاں ہے فرماتے ہیں:۔

"میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبّر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑینگے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں زندگی ہے۔ کئے جاؤنگا اور وہ دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے ہٹا دے اور باہمی سچی محبت عطا کرے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔"

(اشتہار التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء)

تقویٰ اختیار کرو

اور فرماتے ہیں:۔

"خدا سے ڈرتے رہو اور تقوےٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولےٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور اسی کے ہو جاؤ۔ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوےٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے۔ کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔"

(کشتی نوح)

نماز پڑھو

اور فرماتے ہیں:۔

"نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔ اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو۔ تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونو وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو۔ اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔" (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۹)

باہمی اخوت و محبّت

افراد جماعت کو باہمی اخوت و محبت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے بخل ہے۔ رعونت ہے خود پسندی ہے جذبات ہیں.... جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ اور باہم محبت و اخوت سے نہیں رہ سکتے جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں۔ کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو۔ وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔" (الحکم)

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کو نصیحت

فرماتے ہیں:۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہرائے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں۔ تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں۔ اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے۔ تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں۔ اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام اور آسانی کی تدبیر نہ کروں اگر کوئی دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کوئی سخت گوئی کرے۔ تو میری حالت پر حیف ہے۔ اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں۔ اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں۔ کیونکہ وہ میرا بھائی ہے۔ اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہے یا کم علم ہے۔ یا سادگی سے اس سے کوئی خطا سرزد ہو۔ تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں۔ یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل تر نہ سمجھے۔ اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے۔ اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں۔ اور غصّہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔"

(اشتہار التوائے جلسہ ۷ دسمبر ۱۸۹۳ء)

اپنے اندر سچی تبدیلی پیدا کرو

فرماتے ہیں:۔

"مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے۔ کہ جماعت میں ایک تبدیلی ہو۔ جو نقشہ اپنی جماعت کی تبدیلی کا میرے دل

ہی ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہوتی ہے کہ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ......

پس تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری غرض ہرگز یہ نہیں کہ مسیح کی حیات و وفات پر جھگڑے اور مباحثہ کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے اسی پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض اس سے بہت دور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں۔"

(الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء)

ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا نہ سمجھو

فرماتے ہیں:۔

"اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے ..... میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے، اس کی دلجوئی کرے، اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے ..... تم ایک دوسرے کا چڑ کا نام نہ لو یہ فعل فساق و فجار کا ہے جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہو گا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو جب ایک ہی چشمہ سے کل پانی پیتے ہو۔ تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔"

(ملفوظات جلد اول ص ۳۶)

متفرق نصائح

(۱) کامیاب ہونا چاہتے ہو تو عقل سلیم سے کام لو۔ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو۔

(۲) فلاح دارین اور لوگوں کے دلوں پر فتح چاہتے ہو۔ تو کلام الٰہی کی ہدایات پر چلو اور دوسروں کے لئے نمونہ بنو۔

(۳) اگر دلوں پر اثر اندازی چاہتے ہو تو عملی حالت پیدا کرو۔

(۴) علوم جدیدہ کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کرو۔ کیونکہ اسلام پر اعتراضات کی بنیاد یہی ہیں۔

(۵) راستباز اور متقی بنو تا عقل میں جودت اور ذہانت پیدا ہو۔

(۶) اگر تم اسلام کی حمایت اور خدمت چاہتے ہو۔ تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت اختیار کرو۔ جس سے خود تم خدا تعالیٰ کی پناہ کے حصن حصین میں آسکو۔

(۷) ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ پس عمدہ حالت میں اس دنیا سے کوچ کرو

(۸) اچھے اخلاق ظاہر کرنا ہی اپنی کرامت ظاہر کرنا ہے۔

(۹) ہماری جماعت کو چاہیئے کہ آخرت پر نظر رکھے۔ دوسروں کی غفلت سے خود غافل نہ رہے۔ اور ان کی محبت کو سرد دیکھ کر اپنی محبت کو ٹھنڈا نہ کرے۔

(۱۰) تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ۔ اور اس میں ایک ایسی چمک ہو کہ دوسرے اس کو قبول کریں۔

(۱۱) جب تک تم اپنے اندر صحابہؓ سا جوش و حمیت اسلام کے لئے محسوس نہ کرو ہرگز اپنے آپ کو کامل نہ سمجھو۔

(۱۲) حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ اپنے فرائض منصبی نہایت دیانتداری سے بجا لاؤ

(۱۳) جو نام شائع کئے جانے کے لئے چندہ دیتا ہے وہ دنیا کی شہرت اور نمود کا خواہشمند ہے۔ نام وہی بہتر ہوتے ہیں جو آسمان پر لکھے جاویں۔ کاغذات تو دوسرے دن ضائع ہو جاتے ہیں

(۱۴) ہماری جماعت کو چاہیئے کہ سلوک کی راہ میں ہمت نہ ہارے۔ دعاؤں کو اللہ کرو دعائیں مانگو۔ نمازیں یہ سب دعا ہی کے مواقع ہیں۔

(۱۵) صحابہؓ کے نقش قدم پر چل کر صدق و صفا کے نمونے دکھاؤ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نمونہ ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو

آخری بات جو میں اس مضمون میں لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ میرے مرید ہو کر مجھے بدنام نہ کریں۔ کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے۔ طوائف کے ہاں جاوے اور قمار بازی کرتا پھرے۔ شراب پیوے یا اور ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو اس فعل کو پسند کرے۔ لیکن جب وہ ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبان خلق بند نہیں ہو سکتی لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے۔ کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بد کام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور اس کے خلاف کرتا ہے۔ تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا۔ بلکہ دوسروں کے لئے ایک برا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔ پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے۔ خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آجاؤ۔ وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اٹھاؤ۔ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اٹھنے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ اور ہمیشہ نیک کاموں کی توفیق بخشے۔ اور منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کی سعادت سے مشرف فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

دیکھو تو

آ گیا جلسۂ سالانہ خدا دیکھو تو
پھر ہوا مجمع عشاق خدا دیکھو تو

ہر طرف پھرتے ہیں ربوہ میں غلامان مسیح
کھینچ لایا ہے انہیں ربِّ علیٰ دیکھو تو

آج اسلام کی امداد پہ مائل ہے خدا
چار سو پھیل گیا دین ہدیٰ دیکھو تو

مومنو! نعرۂ تکبیر ذرا اور بلند
آ گئے ابن مسیحائے خدا دیکھو تو

مانگو سجدوں میں دعائیں کہ خداوند کریم
جلد کر دے گا عطا ان کو شفا دیکھو تو

احمدیت ہے کہ انوار کا اک عالم ہے
دل ہوا مہبط انوار خدا دیکھو تو

آج تسکین دل و روح ہمیں ملتی ہے
احمدیت ہے کہ ہے ظل خدا دیکھو تو

بیٹھ جاؤ کہ ابھی "ذکر حبیب" ہوتا ہے
کیا ہی اس ذکر میں آتا ہے مزا دیکھو تو

آج جس خوان ہدیٰ کی ہے ضرورت انکو
بچھ گیا ربوہ میں وہ خوان ہدیٰ دیکھو تو

اس جگہ یاد الٰہی کے ترانے گونجے
ہوتا ہے ذکر خدا صبح و مسا دیکھو تو

ہم کو ربوہ ہی نے عرفان کی دولت بخشی
کس قدر فضل خدا ہم پہ ہوا دیکھو تو

زندگی جس کو ہے مطلوب وہ آئے ربوہ
شوق ملتا ہے یہیں آب بقا دیکھو تو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے مزار مقدس پر

از مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

ستمبر ۱۹۵۶ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے مری سے ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ تو حضور نے ایک روز حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے مزار اقدس پر دعا کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اور اس غرض کے لئے ہمسفر احباب کو تیاری کا حکم دے دیا چنانچہ انتظامات کی تکمیل کے بعد حضور ۲۰ ستمبر بروز جمعرات بالاکوٹ تشریف لے گئے۔ جو ایبٹ آباد سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور ۹ بجے ایبٹ آباد سے روانہ ہوئے اور سیدھے بالاکوٹ پہنچے۔ چونکہ حضرت سید محمد اسمٰعیل صاحب شہید کا مزار بھی قریب ہی ہے۔ اس لئے حضور نے پہلے ان کے مزار پر دعا کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن ابھی تھوڑا فاصلہ ہی حضور نے طے فرمایا تھا کہ بعض دوستوں نے عرض کیا کہ اگلا راستہ پہاڑی اور کٹھن ہے۔ اور حضور کے لئے وہاں تک چلکر جانا مشکل ہوگا۔ اس لئے مناسب ہے وہاں کے مزار پر کسی اور وقت تشریف لے جائیں۔ حضور نے اس مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے وہاں جانے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ اور راستہ بدلکر حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہونچنے پر خادم قبرستان نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چونکہ حضرت سید صاحب کی قبر کے گرد قرآن خوانی کے لئے جگہ صاف کی گئی ہے۔ اس لئے احباب جوتے اتار کر اندر تشریف لائیں۔ چنانچہ قبر کے قریب پہنچکر تمام احباب نے جوتے اتار دیئے اور پھر حضور نے ان کے مزار پر کھڑے ہوکر لمبی دعا فرمائی۔ یہ دعا دس بجکر ۸ منٹ سے لے کر گیارہ بجکر بیس منٹ تک جاری رہی۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد ایک دوست کی خواہش پر حضور نے حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے کتبہ کے پاس کھڑے ہوکر فوٹو کھچوایا۔ یہ قبر بعض دوسری قبروں کے ساتھ درختوں کے ایک جھنڈ میں واقع ہے۔ بعد ازاں حضور کی طرف سے مجاور کو کچھ نذر بھی دیا گیا۔ واپسی پر بالاکوٹ کے دوستوں نے حضور کی خدمت میں چائے پیش کی۔ اور حضور چند منٹ وہاں تشریف فرما رہے۔ راستہ میں بھیگلا میں مقامی جماعت نے بشیر احمد صاحب کے مکان پر حضور کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا۔ نصف گھنٹہ کے قریب حضور وہاں پر تشریف فرما رہے اس کے بعد حضور موٹر کے ذریعہ پانچ بجے ایبٹ آباد تشریف لے آئے۔

اس سفر میں حضور کے ساتھ جانے کی مندرجہ ذیل احباب کو سعادت حاصل ہوئی

(۱) حضرت سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ رضی اللہ عنہا
(۲) حضرت سیدہ ام متین صاحبہ
(۳) حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ
(۴) امۃ المتین صاحبہ بیگم مکرم میر محمود احمد صاحب
(۵) مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب
(۶) مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ثانی
(۷) مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور
(۸) مکرم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب
(۹) خاکسار محمد یعقوب انچارج شعبہ زود نویسی
(۱۰) مکرم کیپٹن محمد حسین صاحب چیمہ
(۱۱) مکرم کیپٹن شیر ولی خان صاحب
(۱۲) مکرم عبداللطیف خان صاحب
(۱۳) مکرم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب
(۱۴) مکرم قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ سرحد
(۱۵) مکرم مرزا عبداللہ جان صاحب سینئر سب جج

ان کے علاوہ حسب ذیل اصحاب راستہ میں شامل ہوگئے تھے۔

(۱) مکرم غلام سردار خان صاحب درانی ساکن مرداں
(۲) مکرم مولوی محمد عرفان صاحب ہشنہرہ
(۳) مکرم بشیر احمد صاحب بھیگلا
(۴) مکرم مرزا عبدالمجید صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر ریٹائرڈ ڈی ایس پی
(۵) مکرم صوبیدار غلام رسول صاحب
(۶) " " عبدالقیوم صاحب
(۷) مکرم محمد زمان خان صاحب بالاکوٹ
(۸) مکرم غلام سردار خان صاحب بالاکوٹ
(۹) مکرم بدر سلطان صاحب اختر انسپکٹر خدام الاحمدیہ مرکزیہ

اس سفر میں حضور کے ڈرائیوروں میں سے مکرم نذیر احمد صاحب۔ مکرم مرزا انور بیگ صاحب۔ مکرم شیخ عبدالحق صاحب اور باڈی گارڈوں میں سے مکرم غلام محمد صاحب اور مکرم حسن محمد صاحب اور نوکروں میں سے داؤد احمد صاحب حضور کے ہمرکاب تھے اسی طرح خادمات میں سے ساجدہ صاحبہ اس قافلہ میں شامل تھیں۔

الحمد للہ کہ اس سفر میں حضور کی طبیعت بہت اچھی رہی۔ اور پختہ سڑک کی وجہ سے راستہ بہت آسانی سے کٹ گیا صرف گڑھی حبیب اللہ سے دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ کچی سڑک تھی۔ جو بہت اونچی نیچی اور گرد و غبار سے اٹی ہوئی تھی۔

چونکہ حضور کے اس تاریخی سفر کا سلسلہ کے کسی اخبار میں اس سے پہلے ذکر نہیں ہوا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ احباب کے ازدیاد معلومات اور سلسلہ کی تاریخ میں محفوظ رکھنے کی غرض سے اسے شائع کر دیا جائے۔

راہ اگر اندھیاری ہے تو دل کی شمع جلاؤ

چلتی ہے جیون کی گاڑی روڑے نہ اٹکاؤ
یونہی دیوانہ بنتا ہے دل اس کو سمجھاؤ

زندہ ہو تو تاریکی سے مطلق نہ گھبراؤ
راہ اگر اندھیاری ہے تو دل کی شمع جلاؤ

عمر کٹی تمہارے کارن جس کی روتے رہتے
اس کی خاطر تم بھی آؤ، آ ڈھیر بہاؤ

دست مسیحا ڈھونڈنے والو کیوں مایوس ہو تم
راتوں جاگو، آنکھوں میں پھولوں کی سیج سجاؤ

کالے کوسوں چلکر آئیں جس کی خاطر لوگ!
اس بستی میں ہے وہ ساگر آؤ پیاس بجھاؤ

سانجھ سمے سے دل کا مندر سونا ہے پرویز
بستی بستی گھومو اور اک مورت ڈھونڈ کے لاؤ

پروفیسر پرویز پروازی ایم اے لیکچرار گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کا ایک عظیم الشان رؤیا

زمین کے کناروں تک تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی مہتم بالشان بشارت

(مسعود احمد دہلوی)

(۱)

آج سے قریباً ۸۰ سال قبل بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امرتسر کے مولوی عبداللہ صاحب غزنوی (۱۸۱۲ء تا ۱۸۸۱ء) کی وفات کے کچھ روز بعد ایک خواب دیکھا جو نظارہ حضور علیہ السلام کو دکھایا گیا وہ یہ تھا کہ حضور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کو اپنا ایک رؤیا سنا رہے ہیں۔ حضور نے یہ رؤیا اپنی کتاب "نزول المسیح" کے صفحہ ۲۳۳ پر پیشگوئی نمبر ۲۲ کے تحت درج فرمایا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"میں نے مولوی عبداللہ صاحب (غزنوی) کو ایک خواب سنایا میں نے انہیں کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک نہایت چمکیلی اور روشن تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کی نوک آسمان میں ہے اور قبضہ میرے پنجہ میں، اور اس تلوار میں سے ایک نہایت تیز چمک نکلتی ہے جیسا کہ آفتاب کی چمک ہوتی ہے، اور میں اسے کبھی اپنے دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف چلاتا ہوں اور ہر ایک وار سے ہزارہا آدمی کٹ جاتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ تلوار اپنی لمبائی کی وجہ سے دنیا کے کناروں تک کام کرتی ہے، اور وہ ایک بجلی کی طرح ہے جو ایک دم میں ہزاروں کوس چلی جاتی ہے، اور میں دیکھتا ہوں کہ ہاتھ تو میرا ہی ہے مگر قوت آسمان سے، اور میں ہر ایک دفعہ اپنے دائیں اور بائیں طرف اس تلوار کو چلاتا ہوں اور ایک مخلوق ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتی جاتی ہے۔ یہ خواب تھی جو میں نے مولوی عبداللہ کے پاس بیان کی اور ان سے تعبیر پوچھی۔ تب مولوی عبداللہ نے اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ تلوار سے مراد اتمام حجت اور تکمیل تبلیغ ہے۔ اور یہ میرے دلائل قاطعہ کی تلوار ہے اور یہ جو دیکھا کہ وہ تلوار دائیں طرف زمین کے کناروں تک مار کرتی ہے اس سے مراد دلائل روحانیہ ہیں جو از قسم خوارق اور آسمانی نشانوں کے ہوں گے، اور یہ جو دیکھا کہ وہ بائیں طرف زمین کے کناروں تک مار کرتی ہے اس سے مراد دلائل عقلیہ وغیرہ ہیں جن سے ہر ایک فرقے پر اتمام حجت ہوگا۔ اور پھر انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب میں دنیا میں تھا تو امیدوار تھا کہ ایسا انسان خدا کی طرف سے دنیا میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

یہ خواب جیسا کہ اس کے لفظ لفظ سے اور خود اس میں بیان کردہ تعبیر سے ظاہر ہے۔ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل تھا اور وہ پیشگوئی یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ تبلیغ اسلام کے ایک وسیع نظام کی بنیاد ڈالے گا اور اسے زمین کے کناروں تک وسیع کر دیگا۔ نیز آپکو اسلام کی صداقت کے ایسے دلائل تو یہ عطا کئے جائینگے کہ جن سے اسلام کی صداقت لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی جائے گی، اور اس کی صداقت کے اظہار کے لئے آپ کے ہاتھ پر ایسے خوارق ظاہر ہوں گے جو دنیا کو راہ راست پر لانے کے سلسلہ میں روشن نشانوں کا کام دیں گے۔ الغرض دنیا کے کناروں تک بسنے والی ہر قوم تک آپ کے ذریعہ اسلام کا پیغام پہنچے گا اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوں گے۔ یہاں تک کہ اسلام ساری دنیا پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ دعویٔ ماموریت سے قبل اس عظیم الشان رؤیا کے بعد اللہ تعالےٰ نے تواتر کے ساتھ آپ کو دنیا میں اسلام کے غالب آنے کی بشارتیں دیں۔ اور بارش کی طرح برسنے والی وحی کے ذریعہ آپ پر یہ منکشف فرمایا کہ خدا نے اسلام کے از سر نو احیاء اور اس کے عالمگیر غلبہ کو آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ غلبۂ اسلام کی پیہم بشارتوں میں سے آپ کا ایک مہتم بالشان الہام بھی ہے جس سے اس خواب اور اس کی تعبیر کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔ اور وہ الہام یہ ہے کہ:۔

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔"

(۲)

قبل اس کے کہ ہم بالخصوص موجودہ زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مذکورہ بالا الہام کے نہایت درجہ شان کے ساتھ پورا ہونے پر روشنی ڈالیں یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جس وقت اور جس زمانہ میں آپ کو اسلام کے غالب آنے کی یہ بشارت دی اس وقت اسلام کس کسمپرسی کی حالت میں تھا اور دنیا میں اسلام کے بالمقابل دوسرے مذاہب اور ان میں سے بھی بالخصوص عیسائیت کس عروج پر پہونچی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ ایک دلدوز حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں اس بات کے خفیف سے خفیف آثار بھی موجود نہ تھے کہ اسلام اب پھر بھی دنیا میں ابھر سکے گا برخلاف اس کے زمانہ کے حالات اور عیسائی طاقتوں کا غلبہ و استیلاء اس بات کا آئینہ دار تھا کہ بیسویں صدی کے شروع ہونے تک دنیا میں ہر طرف عیسائیت ہی عیسائیت نظر آئے گی۔ اور دنیا کے کونے کونے میں نہیں بلکہ اس کے چپہ چپہ پر اسی کا غلبہ ہوگا اور اکیلا اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے سارے مذاہب ملکر بھی اس کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکیں گے۔

جہاں تک اسلام کی کس مپرسی اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا تعلق ہے اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کی حالت زار کا یہ عالم تھا کہ وہ نہ صرف اسلام کے دوبارہ غالب آنے سے مایوس ہو چکے تھے بلکہ غضب یہ تھا کہ وہ اغیار کے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنی تمام ناکامیوں اور نامرادیوں کا ذمہ وار اسلام کو ہی تصور کرنے لگے تھے اس خطرناک تاثر کا سر سید احمد خاں مرحوم نے نواب وقار الملک کے نام اپنے ایک خط میں ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"تعجب یہ ہے کہ جو تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی امید تھی وہ خود شیطان اور بدترین قوم ہوتے جاتے ہیں۔۔۔ ۔۔۔۔ قومی رفاہ و اصلاح کی امید باقی نہیں ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مسلمان مختلف قوم کے، مختلف طبائع کے، مختلف ملکوں کے، اور مختلف آب و ہوا کے رہنے والے ہیں، مگر سب کے سب ایک قسم کی ابتری، خرابی، بدانتظامی، زوال و ادبار کی حالت میں ہیں۔ پس کونسا امر سب میں مشترک ہے جس کے سبب سے سب کی یکساں حالت ہے، پس جالینس تریولین کا قول سچ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشترک شے اسلام ہے۔ ترکی کو اس نے سچ نصیحت کی تھی کہ جب تک اسلام نہ چھوڑے اصلاح نہیں ہو سکتی۔"

(مکتوبات سر سید صفحہ ۲۰۷ شائع کردہ انجمن ترقی ادب لاہور)

اس کے بالمقابل دنیوی اقتدار کی وجہ سے عیسائیت کے عروج کا یہ عالم تھا کہ سیاسی غلبہ و استیلاء کے بل پر عیسائی پادری دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے تھے اور دنیا کی ہر قوم کے افراد کو دھڑا دھڑ عیسائی بنا رہے تھے۔ اس میں شک نہیں عیسائی پادریوں میں خدمت دین کا یہ جذبہ اپنی جگہ کچھ کم قابل قدر نہ تھا۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ یہ تھا اسلام کے حق میں انتہائی خطرناک اور مہلک۔ اس کے ہولناک نتائج دردمند مسلمانوں کو خوفزدہ کئے دے رہے تھے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں تو یہ حالت تھی۔ کہ بالخصوص برصغیر کی سرزمین عیسائیت کے حق میں مشہور امریکی مناد ڈاکٹر جان ہنری بیروز کے اعلانوں سے گونج رہی تھی انہوں نے اپنے ایک لیکچر میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ تمام ترقی جو انیسویں صدی

کے دوران عیسائیت کو نصیب ہوئی ہے وہ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہیں۔"
(ترجمہ از انگریزی ـ بیروز لیکچرز ص۲۳)

اس کے ساتھ ساتھ جان ہنری بیروز نے یہ اعلان بھی کیا کہ اب اسلام دنیا میں پھر کبھی غالب نہ آسکے گا۔ جس طرح عیسائیت مغرب سے نکل کر مشرق میں برابر پھیل رہی ہے۔ یہ ناممکنات میں سے ہے کہ اسی طرح اسلام مغرب میں دوبارہ پاؤں جماسکے۔ انہوں نے کہا۔

"اسلام ایک مشرقی مذہب ہے
یہ ہمارے مغرب کی فضا میں
کبھی سانس لے ہی نہیں سکتا اور
نہ کبھی یہ ہمارے مغربی ذہنوں کو
راس ہی آسکتا ہے۔"
بیروز لیکچرز

ایک طرف برصغیر کی سرزمین اس قسم کے اعلانوں سے گونج رہی تھی اور دوسری طرف یورپ اور امریکہ میں خوشخبری کے طور پر اس قسم کی خبریں بکثرت پھیلائی جا رہی تھیں کہ ہندوستان کے تمام باشندوں کا عیسائیت قبول کر لینا اب چند دن کی بات ہے۔ یہ خوشخبریاں پھیلانے والے وہاں کے پادری ہی نہیں تھے بلکہ انہیں اس معاملے میں خود ہندوستان کے ان عیسائی باشندوں کی ہمنوائی بھی حاصل تھی جنہوں نے اسلام ترک کر کے مسیحیت قبول کی تھی۔ ذیل میں ہم مثال کے طور پر پادری عماد الدین کے بعض اعلان درج کرتے ہیں جنہیں یورپ اور امریکہ میں خاص طور پر پھیلایا جارہا تھا اور وہاں ان اعلانوں کو خاص اہمیت دی جارہی تھی۔

پادری عماد الدین نے ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ء کو امرتسر میں اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کی تھی۔ انہوں نے چرچ مشنری سوسائٹی کے اخبار "انٹیلی جنسر" کے نمبر ۱۸۷۵ء کے شمارے میں ایک مضمون شائع کرایا جس میں شمالی ہندوستان میں عیسائیت کی پچیس سالہ تبلیغی جدوجہد پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ انہوں نے بالخصوص اسلام کے ساتھ عیسائیت کے مقابلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"بحث و تمحیص کا سلسلہ اب
فی الحقیقت مکمل ہو چکا ہے۔
اور وہ بھی کامیابی کے ساتھ۔
خدا کے فضل سے عیسائیوں کو
اس مقابلے میں مکمل فتح حاصل
ہو چکی ہے جبکہ ہمارے مخالفین
بری طرح شکست کھا گئے ہیں۔
اور ان کے دلائل کی نامعقولیت
اور کھوکھلا پن واضح طور پر
ظاہر ہو چکا ہے۔"

اپنے مضمون کے آخر میں انہوں نے یہاں تک لکھا۔

"اب اسلام کے ساتھ مقابلہ
کی خاطر مزید کتابیں تیار کرنے
میں اپنا وقت خرچ کرنا بے فائدہ
ہے۔ ایک پچھڑے ہوئے دشمن
کے جسم کو روندنے سے بھلا کیا
فائدہ ہو سکتا ہے؟"

(حوالہ کے لئے دیکھو ڈبلیو ڈبلیو اے راش کی کتاب
"Crusaders of the Twentieth Century"
ص۵۰ مطبوعہ لنڈن ۱۹۱۰ء)

اس مضمون کی اشاعت کے چند سال بعد امریکہ کے شہر شکاگو میں نہایت وسیع پیمانے پر ایک مشنری کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں پادری عماد الدین کو ایک مقالہ پڑھنے کی دعوت دی گئی وہ خود تو اس میں شرکت کے لئے امریکہ نہ گئے لیکن ایک مقالہ لکھ کر بھجوا دیا۔ انہوں نے یہ مقالہ اردو میں لکھا تھا۔ جس کا ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور یہ مقالہ کانفرنس میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں انہوں نے ہندوستان میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرنے کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"یقیناً وہ وقت آرہا ہے کہ جب
لوگ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے"
(دی کنورشن آف انڈیا مصنفہ جارج
سمتھ ص۲۲۵ مطبوعہ لنڈن ۱۸۹۳ء)

الغرض عین اس زمانہ میں جبکہ اسلام کی کس مپرسی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اور اس کے دوبارہ ابھرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی جبکہ ایک طرف برصغیر میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ اسلام مغرب میں کبھی پھیل ہی نہیں سکتا اور دوسری طرف اہل یورپ اور اہل امریکہ کو یہ خوشخبری دی جا رہی تھی کہ وہ وقت آتا ہے کہ برصغیر میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی ہندو یا مسلمان نظر نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر ایک رؤیا کے ذریعہ منکشف فرمایا کہ آپ کے ذریعہ ہی اسلام جو انتہائی کس مپرسی کی حالت میں ہے اور جس میں بظاہر زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں ہیں زمین کے کناروں تک پھیلے گا اور لوگ ہزاروں ہزار کی تعداد میں ان قوی دلائل سے متاثر ہو کر جو آپ کو دیئے جائیں گے اور ان خارق عادت نشانوں کو دیکھ کر جو آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گے اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور بالآخر وہ وقت بھی آئے گا۔ جب دنیا میں ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوگا۔ کس قدر محیر العقول تھا یہ رؤیا جو خدا نے آپ کو دکھایا! اور کس قدر حیرت میں ڈالنے والی تھی یہ بشارت جو اس رؤیا کے ذریعہ آپ کو دی گئی۔ لیکن یہ رؤیا دکھانے والا اسلام کا وہ قادر مطلق اور واحد یگانہ خدا تھا جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں جس کے قبضۂ قدرت میں یہ زمین و آسمان اور ان کی ایک ایک چیز ہے، جس کی صفت کن فیکون ہے، جس کا ارادہ انتہائی محکم اور اٹل ہے کوئی نہیں جو اسے بدل سکے۔ آخر ہوگی وہی جو خدا نے چاہا اور جس سے اس نے اپنے مسیح کو برسوں قبل نہایت درجہ مخالف حالات میں آگاہ کیا۔

(۳)

آج جبکہ اس رؤیا اور اس کی تائید میں دیگر آسمانی بشارتوں پر نصف صدی سے کچھ زائد عرصہ ہی گزرا ہے زمانے کا رنگ وہ نہیں ہے جو پہلے تھا۔ اب اسلام ہر طرف بڑھ رہا ہے اور آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے، وہ پھیل رہا ہے اور ہر قوم اور ہر ملک میں پھیل رہا ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ زمین کے کناروں تک اس کی پیش قدمی جاری ہے۔ پھر یہ پھیل بھی رہا ہے مسیح پاک علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کے ذریعہ اور اس پسر موعود کی قیادت میں جس کے متعلق خدا نے کہا تھا کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور اس طرح بتایا تھا کہ زمین کے کناروں تک اسلام کی تبلیغ کو پہنچانے والا یہی پسر موعود ہوگا۔ آج مغرب کی اس سرزمین میں بھی جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ اسلام اس کی فضا میں سانس لے ہی نہیں سکتا اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے، سعید روحیں اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جوا اپنی گردنوں پر رکھ کر ابدی زندگی اور ہمیشہ ہمیش کی آزادی سے ہمکنار ہو رہی ہیں۔ اسی سرزمین میں آج مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ ان کے میناروں سے خدائے واحد کا نام بلند ہو رہا ہے اور اسلام کی عظمت دلوں میں گھر کر رہی ہے۔ دنیا کا وہ کونسا گوشہ ہے جہاں احمدیت کے جاں فروش مجاہدین اسلام، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانے میں مصروف نہیں ہیں؟ دائیں اور بائیں، مشرق اور مغرب ہر سمت میں اور ہر طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلائل و براہین کی تلوار اپنا اثر دکھا رہی ہے، خوارق و نشانات کی آسمانی تلوار اپنا کام کر رہی ہے۔ الغرض ایک انقلاب ہے جو دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیتا چلا آرہا ہے۔ آج سے ستر اسی سال قبل بجز اس خدا کے جسے سب قدرت حاصل ہے۔ کون یہ خبر دے سکتا تھا کہ اسلام دنیا میں پھر غالب آئے گا اور آئے گا بھی محض دلائل و براہین کے بل پر اور بجز اس برگزیدہ انسان کے جسے خدا نے خود مبعوث کیا ہو کون دنیا کو اس بشارت سے آگاہ کر سکتا تھا؟

ذیل میں ہم سوئٹزرلینڈ کے ایک جرمن اخبار "فریڈن کر" (Freiden Ker) کی ایک حالیہ اشاعت میں شائع شدہ مضمون کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں جو اس حقیقت پر گواہ ہے۔ کہ وہ رؤیا جو اللہ تعالیٰ نے آج سے اسی ۸۰ سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھایا تھا کس شان سے پورا ہو رہا ہے۔ اور کس طرح اسلام محض احمدیت کے پیش کردہ دلائل و براہین کی مدد سے زمین کے کناروں تک پھیل رہا ہے۔ اخبار مذکور رقمطراز ہے۔

"ہر چند کہ بالعموم مسیحیت کی طرف منسوب ہونے والے انفرادی طور پر اپنی اپنی جگہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ وہ باطنی اعتقاد کے لحاظ سے مامون و محفوظ ہیں اور بلاشبہ اس محفوظیت کے بارہ میں لوگ اکثر دلچسپ باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ بایں ہمہ جہاں تک کلیسیا کا اپنا تعلق ہے وہ گوناگوں مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ اور اسے ان پریشانیوں کے دور ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس پر مستزاد یہ کہ سابقہ پریشانیوں میں نئی پریشانیوں کا برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ ان نئی پریشانیوں میں سے ایک اسلام ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ "اس زمانے کا حملہ آور اسلام"۔

جب ہم گزشتہ صدیوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہیں رہتے کہ اسلام مشرق سے اٹھا اور طوفان کے راستے دی آنا تک بڑھتا چلا گیا۔ اپنی اس پیش قدمی کے دوران تمام شمالی افریقہ کو اس نے اپنے زیر نگین کیا، سپین پر وہ چھا گیا، پائیرینیز سے گزر کر فرانس کے عین قلب میں وہ جا پہنچا، یہی نہیں بلکہ سوئٹزرلینڈ میں ویلائس تک اسے دسترس حاصل ہوئی۔ الغرض مشرق سے لے کر مغرب تک تمام کا تمام عیسائی یورپ اس کے چنگل میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہا۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی آج بھی ہمیں کچھ اسی قسم کا خطرہ درپیش ہے؟ کیا ایک دفعہ پھر وہی پہلی سی ہنگامی صورت حال پیدا ہو چکی ہے؟ اور ترکوں کی سی نئی پیش قدمی کے نتیجہ میں وہی خطرہ پھر ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے؟

نہیں یقیناً نہیں! آج ہم کسی ایسی صورتِ حال سے دوچار نہیں ہیں کہ عرب فوجیں چمکیلی اور خمدار تلواریں ہاتھوں میں لئے بوڑھے اور ضعیف یورپ کی طرف بڑھی چلی آرہی ہوں۔ آج اسلام جن ہتھیاروں سے حملہ آور ہے وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نرم و نازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خمدار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہمارے زمانے میں اسلام کا حملہ اُن تبلیغی مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیش قدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں کچھ ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اسے روکنا آسان نہیں ہے۔ ان دونوں براعظموں میں اسلام کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے اپنے پاؤں جماتی چلی جارہی ہے اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے یہی وہ صورتِ حال ہے جو عیسائی مشنوں کے کام کو مشکل اور انکی زندگی کو پُرمحن بنانے کا موجب بنی ہوئی ہے مزید برآں اسلام اپنی اُن تبلیغی کامیابیوں پر جو اسے افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دوسری طرف پوری دلیری کیساتھ عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ وہ اس طرح کہ خود یہاں ہمارے درمیان اسکی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے کلیسیا اس صورتِ حال پر بہت پریشان ہے اور اسے وہ اپنے لئے ایک چیلنج تصوّر کرتی ہے۔ خود عیسائی پریس کی وساطت سے جو حقائق اور خطرات ہمارے علم میں آئے ہیں ان کا اندازہ اس امر سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ ہمبورگ، فرانکفورٹ

اور برلین میں مساجد کی تعمیر پہلے ہی عمل میں آچکی ہے اب ایک چوتھی مسجد خود عیسائیت کے مرکز میونخ میں تعمیر کی جائے گی جس کے ساتھ ایک ہوٹل بھی ہوگا۔ اس مسجد کے متعلق خیال یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے ایک ثقافتی مرکز کا کام دے گی۔

اسی طرح گذشتہ تیرہ سال سے زیورچ میں احمدیہ مسلم مشن قائم ہے جو ایک نہایت سرگرم اور باہمت پاکستانی کی سرکردگی میں کام کر رہا ہے۔ سنہ ۱۹۵۴ء میں قرآن کا ایک نیا جرمن ترجمہ کیا گیا تھا۔ اب حال ہی میں اسکا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے مزید برآں زیورچ (سوئٹزرلینڈ) میں بھی ایک مسجد تعمیر ہونے والی ہے جس کے ساتھ مشن کے دفاتر اور جلسے وغیرہ منعقد کرنے کے لئے علیحدہ کمرے تعمیر کئے جائیں گے .... عیسائی مشن اب اس بارہ میں کسی خود فریبی میں مبتلا نہیں ہیں کہ اس سوال کا پیدا ہو جانا ہی کہ جیت مسیحؑ کی ہوگی یا محمدؐ کی ایک سنگین صورتِ حال پر دلالت کرتا ہے"۔

(جرمن سے ترجمہ)

جرمن زبان میں سوئٹزرلینڈ سے شائع ہونے والے اخبار "فریڈنکو" کا یہ اقتباس اس حقیقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہا ہے کہ اللہ تعالٰی نے آج سے ۸۰ سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو رؤیا دکھایا تھا اور آپ کے ذریعے محض تبلیغ و اشاعت کی مدد سے زمین کے کناروں تک اسلام کے پھیلنے کی جو بشارت دی تھی وہ آج نہایت شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہے اسلام

کی کس مپرسی اور مسلمانوں کی انتہائی مایوسی کا وہ دَور جس نے اغیار کو انتہائی دلیر بنا دیا تھا اور وہ اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کے منصوبے باندھ رہے تھے اب ختم ہو چکا ہے۔ اب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بعثت کے بعد سے حسب وعدہ الٰہی اسلام کی فتح اور اسکے اقبال کے دن قریب سے قریب تر آرہے ہیں۔ جو دن بھی چڑھتا ہے وہ نہیں غروب ہوتا جب تک اسلام کی روزافزوں ترقی میں مزید اضافے کا موجب نہ ہو۔ یہ صورتِ حال زبانِ حال سے باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ اسلام کا واحد و یگانہ قادرِ مطلق خدا سچے وعدوں والا ہے لایخلف المیعاد اسکی ازلی صفت ہے اور خدا کا وہ مسیح جسے اس نے انتہائی مخالف اور نامساعد حالات میں زمین کے کناروں تک اسلام کے پھیلنے کی خبر دی تھی برحق

اور اسی کا مبعوث کردہ ہے وہ دن بھی آئے گا اور ضرور آئے گا کہ جب حسبِ وعدۂ الٰہی دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا یعنی اسلام اور ایک ہی رسول ہوگا یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک ہی کتاب ہوگی یعنی قرآن مجید۔ اے خدا تو جلد وہ دن لا اور ہمیں دین کی نصرت کرنے والوں میں سے بنا۔ اللھم انصر من نصر دین محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخزل من خزل دین محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم آمین اللھم آمین۔

ابنِ مسیحِ وقت کے جاں نثار دیکھئے

ربوہ میں شانِ آمدِ فصلِ بہار دیکھئے
رود بار۔ کوہسار۔ سبزہ زار دیکھئے

مرد اٹھائے بستر ے پردوں میں شرم الیاں
گودوں میں کیا ہمک رہے ہیں شیر خوار دیکھئے

آرہی ہیں سواریاں لاریوں پہ لاریاں
کتنا لطیف و پاک ہے گرد و غبار دیکھئے

خاک سے ہیں اٹے ہوئے نور میں ہیں بسے ہوئے
مومنوں کے قافلے باوقار دیکھئے

ہیگ سے ہانگ کانگ سے آئے ہیں چار دانگ سے
ابنِ مسیحِ وقت کے جاں نثار دیکھئے

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا

ایک عاشقِ صادق — جس نے عشقِ رسولؐ کے تمام تقاضوں کو پورا کر دکھایا

(خورشید احمد)

> حقیقی عشق اور سچی محبت کے جو جو بھی تقاضے اور لوازمات ہوتے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ان سب کو پورا کیا اور ہر جہت اور ہر پہلو سے یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ عشقِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہیں۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقِ صادق تھے۔ اور عشقِ رسول میں آپ کو اتنا بلند مقام حاصل تھا کہ ہم اس کا صحیح اندازہ بھی نہیں لگا سکتے یوں تو ہم میں سے ہر ایک رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ لیکن یہ محبت اپنے علم و فہم اور اپنی اپنی روحانی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے چونکہ غیر معمولی روحانی استعداد ودیعت فرمائی تھیں۔ اس لئے آپکے عشقِ رسول میں بھی غیر معمولی وسعت اور غیر معمولی شان نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی عشق اور سچی محبت کے جو جو بھی تقاضے اور لوازمات ہوتے ہیں آپنے ان سب کو پورا کیا۔ اور ہر جہت اور ہر پہلو سے یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ عشقِ رسولؐ کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہیں۔ یہ ایک بہت وسیع موضوع ہے۔ اس وقت صرف چند ایک مثالیں ہی اس سلسلہ میں دی جانی مقصود ہیں۔

زبان اور قلم کے ذریعے عشقِ رسولؐ کا بے نظیر اظہار

محبت حقیقی کے اظہار کا ایک ذریعہ زبان اور قلم ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان اور قلم کو عمر بھر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کے اظہار کے لئے وقف رکھا اور ایسے انداز میں وقف رکھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ مدحِ رسول کے مضامین سے اسلامی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ لیکن اس بارے میں آپ نے جو راہ اختیار فرمائی وہ سب سے الگ ہے اور ایک منفرد شان رکھتی ہے آپ نے حضور علیہ السلام کے ظاہری حسن و جمال یا خرق العادت معجزات کی بجائے حضور کے بلند روحانی کمالات و صفات کو پیش کیا۔ حضورؐ کی سیرت و کردار کی انتہائی بلندی اور پاکیزگی پر روشنی ڈالی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور کے علوِ مرتبت کے ثبوت میں اللہ تعالےٰ کے تازہ بتازہ اور زندہ نشانات و معجزات دنیا کو دکھلائے۔ آپ نے چیلنج کیا کہ جس شخص کو اسلام کی صداقت و فضیلت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلند مقام کے متعلق کوئی شک ہو۔ وہ میرے پاس آئے میں اسے زندہ اور ناقابلِ تردید نشانات و معجزات دکھلا کر اس کی تسلی کرانے کے لئے تیار ہوں۔

زندہ کتاب زندہ دین اور زندہ رسولؐ

چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا:۔

(۱) "ایک بڑی دلیل اس بات پر کہ صرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں رکھتا آپ کے تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کر کے خدا تعالیٰ کے مکالمات سے مشرف ہوتے ہیں اور فوق العادت خوارق ان سے صادر ہوتے ہیں۔ اور فرشتے ان سے باتیں کرتے ہیں۔ دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اس کا نمونہ ایک میں بھی موجود ہوں کہ کوئی قوم اس بات میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ہے"

(اشتہار ۲۵ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء از تبلیغ رسالت جلد نہم ۱۹-۲۰)

(۲) "میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آشتی سے مجھ سے اعلیٰ زندگی ثابت کرالے ۔۔۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں۔"

(اشتہار ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء از تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۱۹)

مخالفین اسلام کو انعامی چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و فضیلت کے جو عقلی و نقلی دلائل و براہین پیش فرمائے اس مختصر سے مضمون میں انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ وہ اپنے اندر کیسی شان رکھتے ہیں۔ ایک یہی امر بیان کر دینا کافی ہے کہ حضور نے ہر مذہب و ملت کے علماء کو یہ انعامی چیلنج دیا۔ کہ وہ ان دلائل کی تردید کے لئے میدان میں آئیں لیکن کسی کو بھی سامنے آنے کی ہمت و جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ حضور براہین احمدیہ میں چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب و ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے در بارہ حقیقت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اس کتاب مقدس سے اخذ کر کے لکھی ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے۔ یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے۔ تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے۔ یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو۔ تو ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے۔ تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق رائے ظاہر کر دیں۔ کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آ گیا میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔"

(براہین احمدیہ جلد اول مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

اس کھلے چیلنج کے بعد حضور علیہ السلام ۲۸ برس تک زندہ رہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ حضور نے بار بار اس چیلنج کو دہرایا۔ اور دشمنانِ اسلام کو غیرت دلائی کہ وہ کیوں اس چیلنج کو قبول نہیں کرتے پھر بھی کسی کو اسے قبول کرنے اور مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضور کی ایک دردمندانہ تحریر

حضور کی تمام تقاریر، تصانیف اور عربی فارسی اور اردو میں منظوم کلام سب کے سب اس امر پر گواہ ہیں کہ آپ حضورؐ کے عشق میں گداز ہو چکے تھے

بطور نمونہ حضور علیہ السلام کی صرف ایک تحریر ملاحظہ ہو

مخالفین اسلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں کی ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاکؐ کی شان میں کرتے رہتے ہیں ...... خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد۔ اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسے ناکام حملے کئے جائیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام)

ناموس رسولؐ کے تحفظ کے لئے جوش اور غیرت

حقیقی عشق اور سچی محبت کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے لئے سخت غیرت رکھتا ہے۔ اس کی توہین اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ وہ توہین کرنے والے کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو جاتا ہے اور اپنی عزیز سے عزیز شے حتیٰ کہ اپنی جان تک بھی اس کی راہ میں قربان کرنے کے لئے پیش کر دیتا ہے۔

اس معیار پر بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پورا اترتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کی غیرت کا یہ عالم تھا۔ حضور کی توہین کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے۔ ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔" (پیغام صلح ص۳۰)

جب حضورؑ کو یہ علم ہوتا کہ فلاں شخص توہین رسولؐ کا مرتکب ہوا ہے تو آپؑ ایک سچے عاشق زار کی طرح مضطرب ہو جاتے۔ پہلے اسے سمجھانے کی کوشش فرماتے۔ اگر پھر بھی وہ باز نہ آتا تو اپنے مولا کے حضور روتے اور گڑگڑاتے کہ الٰہی! اس شخص کو اپنے ناپاک فعل پر توبہ کرنے کی توفیق دے اور اگر یہ تیرے علم میں ناقابل اصلاح ہے تو پھر توہین رسول پاکؐ ایسے ہولناک جرم کی پاداش میں اسے اپنی گرفت اور اپنے غضب کا مورد بنا تاکہ دنیا دیکھ لے اور عبرت حاصل کرے کہ توہین رسولؐ کا ارتکاب کرنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

ایک شاتم رسولؐ کا انجام

چنانچہ جب آریہ سماج کے لیڈر پنڈت لیکھرام نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور توہین کا رویہ اختیار کیا تو آپؑ نے پہلے اسے سمجھایا اور بار بار مقابلہ کے لئے بلایا۔ لیکن جب وہ اپنی شوخی و شرارت میں بڑھتا ہی چلا گیا تو آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کی۔ اور دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ:۔

"چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا ...... اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو۔ تو سمجھو کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا تعلق ہے ...... اس شخص نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں اور اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوئے۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء)

آپؑ نے ایک سچے اور غیور عاشق رسولؐ کی حیثیت سے اسے للکارا اور اپنے ایک شعر میں جو الہامی ہے اسے مخاطب کرتے فرمایا۔

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمدؐ

یعنی اے لیکھرام تو کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ تو آنحضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے کیوں نہیں ڈرتا جو تجھے عنقریب ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گی۔

آپؑ نے اسی سلسلہ میں اپنی جان تک کو پیش کر دیا اور مخالفین کو بڑی تحدی اور یقین کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے میں تیار رہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء)

آخر اللہ تعالےٰ کی یہ پُرہیبت پیشگوئی وقوع میں آئی۔ اور "تیغ بران محمدؐ" نے لیکھرام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ چنانچہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اور پیشگوئی میں بیان کردہ تفصیلات کے عین مطابق ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء کو یہ شخص ہلاک ہو گیا اور اس طرح رسول اللہ صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق صادق کی آہ وزاری اور دعا کا نشانہ بن گیا اور صداقت اسلام پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔

بارگاہِ نبویؐ میں عاجزی اور انکساری کا اظہار

عشق حقیقی کا ایک یہ تقاضہ اور لازمہ ہوتا ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے اپنے آپ کو ایک ذرۂ ناچیز کی طرح پیش کر دیتا ہے۔ اسے سارے جہان کی خوبیاں اپنے محبوب میں ہی نظر آتی ہیں۔ خود اس میں جو خوبیاں اور اعلیٰ اوصاف موجود ہوتے ہیں وہ انہیں بھی اپنے عاشق و محبوب کے کمالات کا پرتو یقین کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب کا سب میرے محبوب ہی کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے مامور و مرسل تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپؑ کو اتنے بلند روحانی مقام پر فائز کیا تھا کہ باوجود اس کے کہ ساری دنیا آپ کی شدید مخالف تھی۔ آپ دنیا کی مخالفتوں کو اغیار کے منصوبوں کو اور معاندین کی کوششوں کو پرِ کاہ جتنی وقعت نہ دیتے تھے آپ جو اکیلی لڑائی لڑ رہے تھے ہر مذہب و ملت کے افراد کو دعوت اسلام دے رہے تھے اور مقابلہ کے لئے بلا رہے تھے جس کی وجہ سے وہ سب کے سب آپکے دشمن تھے اور آپ کو گرانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے لیکن مخالفت کے اس طوفان کے باوجود آپ کی استقامت کا اور اپنی کامیابی پر یقین کا یہ حال تھا کہ جب ایک سنگین مقدمہ میں آپؑ کو یہ اطلاع ملی کہ مجسٹریٹ نے آپ کو سزا دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو آپ نے بڑے جوش اور جلال کے ساتھ فرمایا۔

"وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے"

یہ جوش اور یہ تحدی بتاتی ہے کہ آپ کتنے دلیر کتنے نڈر اور کس طرح اپنے آسمانی مشن کی کامیابی پر یقین رکھتے تھے یہ یقین اسی لئے تھا کہ آپ ایک بلند روحانی مقام پر فائز تھے اور ہر وقت اپنے تئیں اللہ تعالےٰ کی گود میں اور اس کی حفاظت میں بیٹھے ہوئے محسوس کرتے تھے۔

لیکن اللہ تعالےٰ کا یہی بہادر جری اور برگزیدہ مسیحؑ جب اپنے آقا و مطاع حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سر عقیدت جھکاتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس کا اپنا کوئی وجود ہی نہیں ہے وہ اپنے آپ کو انتہائی کمزور بے مایہ اور حقیر قرار دیتا ہے اور ساری خوبیوں ساری برکتوں اور ساری رحمتوں کا منبع و مخزن اپنے آقا و مطاع ہی کو ٹھہراتا ہے۔ وہ بڑی انکساری اور عاجزی کے ساتھ یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ :۔

(۱) "یہ عاجز بھی اسی جلیل الشان نبیؐ کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمدؐ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ ص۲۴۹)

(۲) واللّٰہ یعلم انی عاشق الاسلام
وفدا حضرت خیر الانام مرد

غلام احمد ان المصطفٰے۔

(آئینہ کمالات اسلام ۳۸۵)

کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا کہ میں اسلام کا حقیقی عاشق اور حضرت خیر الانام پر دل و جان سے فدا ہوں اور ان کا غلام ہوں۔"

(۳) "سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے"

(۴) "میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولا فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا سو میں نے جو کچھ پایا اسی پیروی سے پایا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۳)

(۵) "ہم پر جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں یہ سب رسول اکرمؐ کے فیض سے ہی ہیں۔ آنحضرتؐ سے الگ ہو کر ہم سچ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں اور خاک بھی نہیں۔" (الحکم ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء)

(۶) "وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا وہ سچا نبی ہے اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہوگا۔ جب میرے خدا نے اس نبی کی عزت اور قدر و عظمت میرے پر ظاہر کی تو میں کانپ اٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا۔ کیونکہ ...... اس مقدس نبی کو لوگوں نے شناخت نہیں کیا جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا اور جیسا کہ چاہئے لوگوں کو اب تک اس کی عظمتیں معلوم نہیں۔" (اشتہار ۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء از حقیقۃ الوحی)

(۷) "میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش یہی ہے کہ تمام محامد اور مناقب ...... اور تمام صفات جمیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کروں۔ میری تمام تر خوشی اسی میں ہے اور میری بعثت کی اصلی غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔"

(الحکم ۱۳ مئی ۱۹۰۲ء)

عملی زندگی کی دو ایمان افروز مثالیں

حقیقی عشق و محبت کا اثر محض خیالات و افکار تک محدود نہیں رہتا۔ پوری زندگی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ انسان کی ہر حرکت و سکون اس کی غمازی کرتی ہے۔ اور بظاہر معمولی نظر آنے والی باتوں میں بھی اس کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی اور محسوس ہوتی ہے ہمارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ اس کے آثار شروع سے لے کر آخر تک حضور کی پوری زندگی میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ حضور کی سیرۃ و سوانح کا ہر باب ہر ورق اور ہر گوشہ عشق نبوی ؐ سے سرشار و معمور نظر آتا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا حضور کے وجود اقدس پر عشق رسول کا جذبہ پوری شدت سے حاوی ہو چکا تھا اور حضور نے اپنے وجود کو عشق نبوی میں بالکل محو کر دیا تھا۔ اس کی سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ حضور کی زندگی کا ہر دن اور ہر دن کا ہر لمحہ اس کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں بطور نمونہ صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک قادیان میں اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ایک شخص باہر سے آیا تو اس نے سنا کہ آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا وہ شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا وہ شعر یہ ہے:-

کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ہی دھڑکا لگا ہوا تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے؟ میرے استفسار پر حضور نے فرمایا کہ میں اس وقت حسانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اور میرے دل میں یہ آرزو اور تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میری زبان سے یہ شعر نکلتا!

(۲) آریہ سماج کے لیڈر پنڈت لیکھرام کا ذکر پہلے گذر چکا ہے کہ کس طرح وہ اسلام کا شدید دشمن تھا اور کس طرح وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب ہوتا تھا۔ اسی پنڈت لیکھرام کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تشریف رکھتے تھے کہ پنڈت لیکھرام کا بھی ادھر گزر ہوا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ حضور بھی یہاں آئے ہوئے ہیں تو وہ دنیا دارانہ طریق کے مطابق آپ کو ملنے اور اسلام کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے جب پنڈت لیکھرام نے آکر سلام کیا تو حضورؑ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر لیکھرام نے دوسرے رخ سے ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور پھر بھی خاموش رہے اس پر پنڈت لیکھرام وہاں سے چلا گیا۔ بعد میں کسی نے اس خیال سے کہ ممکن ہے حضور کو لیکھرام کے آنے کا علم نہ ہوا ہو عرض کیا کہ حضور پنڈت لیکھرام آیا تھا اور سلام عرض کرتا تھا۔ حضور نے بڑی غیرت اور جوش کے ساتھ فرمایا:-

"ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے!"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر مذہب و ملت کے افراد کے ساتھ تعلقات و روابط رکھتے تھے۔ اور ہر شخص کے ساتھ انتہائی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کا حسن سلوک صرف اپنوں تک محدود نہ تھا بلکہ انتہائی مخالفت کرنے والے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ چنانچہ جب ایک مقدمہ میں ایک شدید مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان کے متعلق آپ کے وکیل نے جرح کے دوران کچھ سوالات کرنے چاہے تو آپ نے اسے حکماً روک دیا تاکہ مولوی صاحب کی دلشکنی نہ ہو حالانکہ وہ سوالات آپ کے حق میں مفید ہو سکتے تھے۔ لیکن اس رحیم و کریم وجود کا یہ حال ہے کہ جب ناموس رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے غیرت کا سوال آیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب تک دینا گوارا نہ فرمایا۔

99

عشق نبوی کا ایک زندۂ جاوید کارنامہ

سچے عشق اور حقیقی محبت کا اثر صرف اپنے تک ہی محدود نہیں رہا کرتا وہ گردوپیش کے پورے ماحول کو بھی متاثر کرتا ہے۔ آتش عشق کی چنگاری جب کسی دل میں پیدا ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ آگ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تو جو بھی اس دل کے قریب جاتا ہے اس آگ کی حرارت سے حصہ پاتا ہے اور اس طرح وہ آگ آگے منتقل ہوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد اس سے راحت پذیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق نبوی کا یہ کمال تھا کہ آپ نہ صرف خود اس عشق سے سرشار ہوئے بلکہ اپنے ماننے والوں اور اپنے متبعین میں بھی عشق رسول کی ایسی چنگاری سلگا دی جو انشاء اللہ کبھی نہیں بجھے گی اور جو اولاد در اولاد آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت کروڑوں کی تعداد میں مسلمان دنیا میں موجود ہیں۔ ہر طرح کے دنیوی اختیارات رکھنے والے اور وسیع دولت و قدرت رکھنے والے بھی ہیں۔ لیکن یہ خوش کیا بات ہے کہ آج حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام دنیا کے کونے کونے میں بلند کرنے کی توفیق صرف اور صرف احمدی جماعت ہی کے افراد کو حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق صادق کے ذریعے سے ان کے قلوب میں عشق رسولؐ کی ایک ایسی آگ فروزاں ہے جو انہیں ہر لحظہ دین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و تبلیغ پر آمادہ رکھتی ہے۔ وہ زندان دیکھتے ہیں نہ رات۔ سمندروں کو چیرتے ہوئے اور صحراؤں کو پھاندتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے میں نکل جاتے ہیں اور اپنے آقا و مطاع حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو سربلند کرنے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ آج دنیا کے پردے پر احمدی مجاہدین کے ذریعہ تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی جو کامیاب مہم جاری ہے اور جس کے دوست اور دشمن سبھی معترف ہیں یہ مہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے مثال عشق رسول کا سب سے بڑا اور زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

جو دل کے داغ فروزاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دیارِ درخشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
حریمِ حسن! یہ احساں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نظر نظر ہے فقط وسعتِ نظر کے طفیل
جو کائنات بداماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ترے ورود سے ویرانۂ محبت میں
نمودِ صبحِ بہاراں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تجھے خبر ہے مقامِ فقیرِ خاک نشیں!
شکوہ و عظمتِ شاہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کمندِ علم جو بامِ فلک پہ ڈالی تو کیا
ادا شناسیٔ قرآں نہیں تو کچھ بھی نہیں

بجھے چراغ بھی روشن کرو کبھی ناہید
جو دل کے داغ فروزاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

[illegible]

مقامِ محمود

تجھ سے فضائے زندگی جلوہ طراز و تابدار
گلشنِ کائنات میں تیری مہک تری بہار

محفلِ ہست و بود میں انجمنِ حیات میں
تیری نگاہ سے ہوئے سینکڑوں جلوے آشکار

تو نے کہا ہے جو بھی کچھ پورا ہوا ہے بالیقیں
تیری زباں ہے معتبر تیرا سخن ہے پائدار

ذرۂ خشک سے رواں آبِ بقا کی موج ہے
ربوہ کی خاکِ پاک پر کیوں نہ ہو زندگی نثار

دیکھے ہیں بزمِ دہر میں ٹوٹے ہوئے ہزار دل
تیری نگاہِ خیر سے ہوتے رہے ہیں کامگار

تیری نگاہ سے ملی عظمتِ زندگی مجھے
اے مرے محسنِ عظیم تجھ سے حیات خوشگوار

[illegible]

رباعیات

(۱)

تو بندۂ مختار ہے مجبور نہیں
ابلیس کی نسبت ہے خدا تجھ سے قریب
تو خاکِ درخشندہ ہے بے نور نہیں
تو عرشِ معلّیٰ سے بہت دور نہیں

(۲)

اللہ تجھے صاحبِ اسرار کرے
وہ عالمِ پوشیدہ دکھا کر تجھ کو
غم لے کے تری روح کو بیدار کرے
اس عالمِ موجود سے بیزار کرے

(۳)

سمجھا ہے اُمی نے زندگی کا مفہوم
بہتر ہے سکندر سے وہ خاک نشیں
غائب ہے جسے حاضر، حاضر معدوم
انجامِ سکندری ہے جس کو معلوم

(۴)

زندہ ہو اگر دل تو سحر کافی ہے
صنّاع کا مصنوع سے ملتا ہے سراغ
اک پھول کی پتی پہ نظر کافی ہے
ہو آنکھ تو اک برگِ شجر کافی ہے

(۵)

دل بندِ شب و روز میں مجبور نہیں
افلاس میں خورسند ہوں غربت میں شاد
منزل مری یہ عالمِ محسوس نہیں
میں اپنے خداوند سے مایوس نہیں

(۲)

دل چاہیئے اندوہ و الم سے آزاد
دارا و سکندر سے کہیں بہتر ہے
دنیا سے غنی، مہر و وفا سے آباد
درویشِ خدامست تہی کیسہ و شاد

(۷)

مومن کی نظر میں ماسوا ہے نابود
جس طور سے آبجو میں حبابِ رواں
ہے اور نہیں دہر میں مومن کا وجود
موجود بھی ہے اور نہیں بھی موجود

(۸)

اک مشتِ غبار پر یہ احساں معبود!
اس عمرِ دو روزہ کی اطاعت کے عوض
محدود ہیں اعمال جزا لامحدود
فردوس کی عمرِ جاوداں ہے موعود

(۹)

روشن ہے ترے نور سے رات انساں کی
ہے زہد پہ غرّہ نہ عبادت پر ناز
بنتی ہے تری بات سے بات انساں کی
تیرے ہی کرم سے ہے نجات انساں کی

(۱۰)

تو خاک میں دانے کو بقا دیتا ہے
پُر ہول سمندر کی شبِ تیرہ میں
کھلنے کے لئے گُل کو فضا دیتا ہے
تو ماہی کو چشم راہنما دیتا ہے

(۱۱)

بخشا ہے تجھے دیدۂ بینا پیارے
نظارۂ دہر کو برامت کہنا
ہر ذرہ میں ہے حسن کی دنیا پیارے
شہکار ہے یہ تیرے خدا کا پیارے

[illegible]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلام

(از مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری)

علم کلام ایسے علم کو کہتے ہیں جس میں عقائد حقہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا جاتا ہے اور عقائد باطلہ کی دلائل عقلیہ سے تردید کی جاتی ہے۔

اسلام میں اس علم کی ضرورت اس وقت پیش آئی جبکہ مسلمانوں کا دوسرے مذاہب کے لوگوں سے واسطہ پڑا اور ان مذاہب کے لوگوں نے اسلام کے خلاف اپنے شکوک و شبہات پیش کرنا شروع کئے یا غیر مذاہب کے لوگوں نے عقلی اور فلسفیانہ دلائل کے ساتھ اسلام پر حملہ کر کے مسلمانوں کو اسلام کے متعلق شک میں ڈالنے کی کوشش کی اس موقعہ پر مسلمان علماء میں ایسے متکلمین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق دلائل عقلیہ سے ان شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی یہ علم ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بغداد کی اسلامی سلطنت کے زوال کے ساتھ اس علم کی ترقی بھی رک گئی اور پھر مسلمانوں میں جمود طاری ہو گیا اور ان میں ایسے عقائد راہ پانے لگے جو سچائی سے دور تھے

تیرھویں صدی عیسوی وہ تاریک زمانہ ہے جس میں عیسائیت دنیا پر مسلط ہو چکی تھی اور عیسائی پادری مسلمانوں کے توہمات اور غلط رائج عقائد سے فائدہ اٹھا کر چاروں طرف سے ساری دنیا میں اسلام پر یورش کرنے لگے۔ چونکہ مسلمان علماء اپنے غلط عقائد کی وجہ سے ان کا صحیح مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے میدان عیسائیوں کے ہاتھ میں تھا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے کئی معزز خاندان اسلام سے بدظن ہو کر عیسائی ہو گئے۔

عیسائیوں کے ساتھ ان کی شاگردی میں آریہ سماج مذہبی بحث و مباحثہ کے لئے آمادہ ہوئی۔ اور ان لوگوں نے اسلام اور بانیٔ اسلام پر نہایت سختی سے نکتہ چینی شروع کی۔ ایک طرف عیسائی اسلام پر نہایت سختی سے حملہ آور تھے تو دوسری طرف آریہ سماج اسلام پر حملہ آور ہوئی ہندوؤں میں سے بعض اور سماجیں بھی جیسے دیو سماج اور برہمو سماج پیدا ہوئیں۔ دیو سماجی دہریت کے حامی تھے اور برہمو سماجی گو ایک حد تک اعتدال کی راہ پر گامزن تھے۔ تاہم وہ بھی وحی والہام کے متعلق تشکیک پیدا کر رہے تھے۔

پادریوں کو چونکہ عیسائی حکومت کی تائید حاصل تھی اس لئے وہ اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام پر تابڑ توڑ حملے کرنے میں سب سے پیش پیش تھے۔ اس زمانہ میں اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف لاکھوں کتابیں اشاعت پذیر ہوئیں۔

چودھویں صدی کا آغاز اسلامی پیشگوئیوں کے لحاظ سے وہ زمانہ تھا جس میں اسلام کے مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ کا ظہور مقدر تھا۔ تا وہ عدل و انصاف کے ساتھ اقوام عالم کے عقائد کی اصلاح کرے اور اسلام کی طرف سے اس مذہبی لڑائی میں ایسا دفاع کرے کہ صلیبی مذہب پسپا ہو جائے۔ چنانچہ مسیح موعود کی آمد سے تعلق رکھنے والی حدیث نبوی میں یہ فرمایا گیا تھا کہ مسیح موعود حکم و عدل ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اس پیشگوئی کے مطابق عین صلیبی غلبہ کے زمانہ میں چودھویں صدی کے شروع میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے وحی الٰہی سے یہ دعویٰ کیا کہ آپ اسلام کے مسیح اور مہدی ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ پر امن طریق سے آسمانی نشانوں اور روشن دلائل کے ساتھ اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کریں۔

جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس میدانِ جہاد میں اترے تو آپ نے نہ صرف اسلام کی مدافعت کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا بلکہ اسلام کے لئے فاتحانہ رنگ پیدا کر دیا۔ ایک وقت وہ تھا کہ آگے آگے مسلمان ہوتے اور ان کے پیچھے پادری لگے ہوتے تھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مدافعت سے اسلام کی ایک فاتحانہ شان ظاہر ہوئی۔ اب آگے آگے پادری تھے اور ان کے پیچھے پیچھے مسلمان آپ نے اسلام کے پر زور دلائل سے اس میدان کا نقشہ ہی بدل دیا۔ مسلمان جو سخت مایوسی کا شکار ہو رہے تھے۔ اور ان میں سے بعض بڑے بڑے لوگ اسلامی عقائد کے بارہ میں معذرت کا طریق اختیار کر رہے تھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ان کی مایوسی کو اسلام کے بارہ میں زبردست امید سے بدل دیا اور آپ نے اسلام کی طرف سے معذرت کی پالیسی اختیار کرنے کی بجائے اسلامی عقائد کی شان اور برتری کو فاتحانہ رنگ میں پیش فرمایا۔

چونکہ بانی سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کام کے لئے مامور تھے۔ اس لئے آپ کا علم کلام بھی ایک نرالی شان رکھتا ہے جو صرف خدا تعالیٰ کے ماموروں کو ہی حاصل ہوتی ہے جن کی آسمان سے روشن نشانوں کے ذریعہ تائید کی جاتی ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی ہے جس کے سامنے دنیا کا کوئی عالم اور فلاسفر ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ کا علم کلام صرف علم فلسفہ تک محدود نہیں بلکہ آپ نے اس علم کو ایسی وسعت دی ہے کہ باقی تمام علوم کو قرآن مجید کے علم الکلام کا خادم بنا دیا ہے۔ آپ نے اپنے علم کلام میں علم لغت سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ علم معانی اور بیان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ علم منطق۔ فلسفہ اور ہیئت و تاریخی علوم سے بھی کام لیا ہے اور خوب کام لیا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے جہاد بالقرآن کے میدان میں کامیابی کی راہ ہموار کر دی ہے۔

قرآن مجید کی تفسیر

قرآن مجید کی تفسیر کے لئے آپ نے بعض نادر اور گرامی قدر اصول پیش کئے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے اسلام کی تفسیر کے کئی نئے باب کھل گئے ہیں اور قرآن مجید دینی علوم کے لآلیٔ آبدار اور جواہرات یگانہ کا ایک خزانہ دکھائی دینے لگ گیا ہے ان اصولوں پر کاربند ہو کر جو مسلمان اسلام کو سمجھ لیتے ہیں وہ اسے نہایت خوبصورتی کے ساتھ دیگر مذاہب کے لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے مایوسی کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ میں اس جگہ مضمون کے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے اختیار کردہ اصولوں میں سے چند موٹے موٹے اصول اس بارہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔

(۱) قرآن مجید ایک ایسی الہامی کتاب ہے جو ہر دعویٰ کی دلیل خود دیتی ہے۔ اور ہمیں اپنی وکالت کے لئے کسی اور بات کا محتاج نہیں چھوڑتی۔ اور اس کے دلائل فطرت کے عین مطابق ہیں۔

(۲) قرآن مجید خدا تعالیٰ کی آخری اور اتم اور اکمل شریعت ہے جو اپنے اندر ایک محکم اور ابلغ ترتیب رکھتی ہے۔ اور اپنی فصاحت اور بلاغت۔ اثر اور روشن نشانوں کو پیش کرنے میں بے مثل اور بے نظیر ہے۔ انسانی کوشش اس جیسی ایک سورۃ بلکہ اس کے مقابلہ میں ایک آیت یعنی روشن دلیل پیش کرنے پر بھی قادر نہیں۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ غرض قرآن مجید نے تمام دینی ضروریات کو اصولی طور پر پورا کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے کسی اور کتاب کی حاجت نہیں چھوڑی۔ سوائے اس کے کہ وہ اسلام کی تائید میں اس سے فائدہ اٹھائیں۔

(۳) حضرت بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے انبیاء میں سے یہ امتیازی شان عطا فرمائی ہے کہ آپ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں اور کمالات نبوت کے حصول میں انتہائی بلند مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ پر جو کلام الٰہی نازل ہوا وہ تمام الہامی کتابوں سے اپنی شان میں بلند اور ممتاز مقام رکھتا ہے اور اس کی پیروی بڑے سہل طریق سے انسان کو خدا کا مقرب بنا سکتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی ہمکلامی کی نعمت سے مشرف ہو سکتا ہے۔ تفسیر میں آپ کی اس شان کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

(۴) قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت خدا تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے اور اس کا کوئی نقطہ اور شوشہ تاقیامت منسوخ نہیں ہو سکتا۔ یہ الحمد سے لے کر والناس تک واجب العمل ہے

(۵) قرآن مجید میں پہلی کتابوں کی تمام دائمی صداقتیں موجود ہیں۔ اور اس میں وہ تعلیم بھی موجود ہے۔ جو پہلی کتابوں میں نہیں تھی کیونکہ پہلی شریعتیں وقتی تھیں۔ اور قرآن مجید کی شریعت دائمی ہے

(۶) قرآن مجید میں دو قسم کی آیات موجود ہیں محکمات اور متشابہات محکمات اسلامی تعلیم کا اصل الاصول ہیں اور متشابہات میں تفصیلی تعلیم بھی داخل ہے لہٰذا متشابہات کی تفسیر کا گر یہ ہے کہ ان کو محکمات کے ماتحت محکمات کی روشنی میں حل کیا جائے۔

(۷) آپ نے علماء مذاہب اور فیلسوفانِ زمانہ کو بڑی تحدی سے یہ دعوت دی کہ آپ ہر اس صداقت کو جسے یہ لوگ اپنے فکر عظیم اور دماغی کاوش سے نکال کر پیش کریں۔ پہلے سے قرآن مجید میں موجود ثابت کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ امر در حقیقت سچائی ہو اور اگر وہ بات اپنے اندر صداقت نہ رکھتی ہو تو اس کی ایسی پر زور تردید کر سکتے ہیں کہ بالبداہت شائد۔ الحمد یہ اس تحدی کی آج تک ضامن ہے

علم کلام کے بعض نمونے

ذیل کے جستہ جستہ پیش کردہ تین نمونوں

سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلام کے متعلق کسی حد تک اندازہ لگایا جاسکتا ہے

توحید اسلام کا مرکزی عقیدہ توحید باری تعالیٰ ہے۔ اس کے اثبات اور الوہیت مسیح کے رد میں قرآن مجید سے آیت مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کو پیش کرکے فرمایا کہ اس آیت میں دلیل استقرائی کے ذریعہ حضرت مسیح کی الوہیت کے خیال کو رد کیا گیا ہے۔ دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ ہمیشہ دنیا کی اصلاح کے لئے رسول آتے رہے ہیں حضرت مسیح بھی ایک رسول ہیں تو آپ سے پہلے کبھی الوہیت نے تجسم اختیار نہیں کیا۔ تو حضرت مسیح کے زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کے تجسم اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پہلے لوگوں کی نجات کے لئے خدا تعالیٰ جو طریقہ اختیار کرتا رہا وہی طریقہ مسیح کے وقت اختیار کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا خدا کے مجسم ہوکر آنے اور مخلوق کے لئے صلیب پر مر کر فدیہ ہونے کا عقیدہ دلیل استقرائی سے رد ہوتا ہے۔

وفات مسیح حیات مسیح کے رد میں آپ نے قرآن مجید سے یہ دلیل پیش کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہیں ان سے پہلے تمام رسول گذر چکے ہیں (یعنی وفات پا چکے ہیں) اگر یہ بھی وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے یعنی دین چھوڑ دو گے اس آیت میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وفات پانا ممکن ثابت کرنا مقصود تھا اس جگہ بھی استقرائی دلیل دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔ دلیل میں استقرائے تام پیش کیا گیا ہے۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء میں سے ایک فرد بھی زندہ قرار دیا جائے تو دلیل استقرائی بجائے استقرائے تام کے ناقص ہو کر رہ جاتی ہے۔ کیونکہ استقرائے ناقص صرف مفید ظن ہوتا ہے نہ مفید یقین۔ اور خدا تعالیٰ کی یہ دلیل یقین کے افادہ کے لئے دی گئی ہے اس لئے اس منطقیانہ دلیل استقرائی میں استقرائے تام ہی مراد ہو سکتا ہے۔ تا یہ دلیل یقین کا افادہ کرے۔ اور استقرائے تام کی صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھیجے جانے والے رسولوں میں سے جن میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں کوئی رسول زندہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

مکتی یا نجات پنڈت دیانند بانی آریہ سماج نے روح مادہ کو قدیم اور ازلی ماننے کی وجہ سے مکتی یعنی نجات کو عارضی قرار دیا تھا۔ قرآن مجید جنت کو دائمی قرار دیتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے قرآن مجید کے عقیدہ کی تائید میں جو دلیل دی ہے آریہ سماج کا عقیدہ اس سے بہایت صفائی سے رد ہو جاتا ہے۔ آپ نے بتایا نجات کی علت موجبہ روح کی پاکیزگی ہے۔ پس جب ایک روح پاکیزہ ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور پہنچ جائے اور مکتی حاصل کرے تو پھر کبھی اسے زوال نہیں آسکتا۔ کیونکہ مکتی معلول ہے اور روح کی پاکیزگی اس کی علت موجبہ۔ اور علت موجبہ سے معلول کا کبھی تخلف نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا موت کے بعد خدا کا قرب پا جانے پر چونکہ روح کو دائمی پاکیزگی حاصل رہے گی۔ اس لئے مکتی اور نجات بھی دائمی ہوگی۔ اس لاجواب منطقی دلیل کے بالمقابل پنڈت جی نے یہ عقیدہ وضع کر لیا کہ پرمیشور مکت ہونے والی روحوں کا ایک گناہ باقی رکھ لیتا ہے۔ تا کہ اس کی سزا پانے کیلئے پھر دنیا میں دوبارہ بھیج دے اور دنیا کا کارخانہ چلتا رہے۔ اس عقیدہ کے یہ معنی ہوئے کہ پرمیشور کارخانہ عالم کو جاری رکھنے کے لئے روحوں کے گناہوں کا محتاج ہے اور دنیا کا کارخانہ روحوں کے گناہوں کے بل بوتے پر چل رہا ہے۔

دراصل اس ساری خرابی کی جڑ تو یہ عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ روح اور مادہ کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ ویسے آریہ سماجی خدا تعالیٰ کو علیم کل مانتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ جب خدا تعالیٰ کا علم کامل ہے تو وہ ضرور روح اور مادہ کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز کا کامل علم رکھتا ہو وہ اس کے بنانے پر قادر ہوتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ روح اور مادہ بنانے پر قادر نہیں تو وہ ان کا کامل علم بھی نہیں رکھتا چونکہ خدا علیم کل ہے اس لئے اسے روح اور مادہ کے خلق پر قادر ماننا ضروری ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ خالق ارواح اور مادہ ہے اور یہ دونوں ازلی اور قدیم نہیں اس لئے وہ کارخانہ عالم کو چلانے کے لئے پرانی روحوں کو واپس دنیا میں بھیجنے کا محتاج نہیں۔ وہ نئی سے نئی ارواح اور مادہ کو پیدا کر کے کارخانہ عالم کو جاری رکھ سکتا ہے۔

اسلام و احمدیت کی امتیازی شان

مذاہب اور فرقوں میں صلح کی بنیاد

(از مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل)

اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے تمام دوسرے ادیان کی تعلیمات کو بہتر رنگ میں اپنایا ہے اور انسانوں کی جملہ ضروریات کے لئے مکمل تعلیم پیش کی ہے۔ اسلام سے پہلے آنے والے سب دینی قومی اور ملکی رنگ کے دین تھے ان کے نبی اور رشی بھی قومی ہوتے تھے ان کی دعوت ایک ایک قوم تک محدود ہوتی تھی ان کا پیغام اپنے اپنے علاقہ کے لئے ہوتا تھا مگر اسلام کی دعوت سب جہان اور ساری قوموں کے لئے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا کے اور سارے زمانوں کے لئے ہے اسلام سے پہلے آنے والے نبی اپنے قبیلے اور اپنی قوم کے انبیاء کی تصدیق کرتے تھے اور اپنے متبعین کو ان پر ایمان لانے کی تلقین کرتے تھے انہیں دوسری قوموں اور دوسرے ملکوں کے نبیوں سے کوئی سروکار نہ تھا کیونکہ وہ نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ جملہ اقوام عالم کی طرف بھیجے گئے تھے اس لئے آپ نے سب قوموں اور سب ملکوں کے نبیوں کی تصدیق کی اور اپنے متبعین کو ان سب پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی بہت سے انبیاء کے نام لیکر ان کی صداقت کا اعلان فرمایا اور باقیوں کے متعلق اصولی طور پر فرما دیا وان من امة الا خلا فيها نذير کہ ہر قوم میں خدا کی طرف سے ہادی اور نذیر آچکے ہیں۔ نیز فرمایا

ولقد بعثنا في كل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت۔

کہ ہم نے دنیا کی ہر امت میں اپنا رسول یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ہر قسم کے شرک سے علیحدہ رہو اسلام کی یہ تعلیم قوموں اور مذاہب میں صلح کی ایک مستحکم بنیاد ہے۔ اکثر مذہبی تعرض اور اشتعال انگیزی اس لئے واقع ہوتی ہے کہ ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے پیشوا کی عزت نہیں کرتے بلکہ اس کی توہین کرتے ہیں اور اسے برے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ اگر سب اہل مذاہب اپنا یہ شعار بنالیں کہ دوسرے پیشواؤں کا نام بھی احترام سے لیں گے تو دنیا سے بہت سے فتنے اور فساد دور ہو سکتے ہیں۔

اسلام کا یہ اصل قانون قدرت کے بھی عین مطابق ہے کیونکہ جس طرح اللہ رب العالمین نے سب انسانوں کے جسموں کی زندگی، غذا اور بقاء کے لئے سامان پیدا فرمائے ان کے لئے مادی غذا مہیا فرمائی اسی طرح ضروری تھا کہ ان کی روحوں کے لئے بھی وہ روحانی غذا مہیا فرماتا اور ان سب کے لئے ترقی کے سامان عطا فرماتا۔ جس طرح اس نے ذہنی ہوا، رزق، پانی اور روشنی وغیرہ کی تقسیم میں مشرقی و مغربی یا گورے اور کالے کا کوئی امتیاز نہیں کیا بلکہ سب قوموں اور نسلوں کو اپنے فضلوں سے نوازا ہے اسی طرح عقل کا تقاضا ہے۔ کہ وہ اپنے روحانی فضلوں سے بھی سب قوموں اور سب ملکوں کو نوازے۔ اسلام کا اصل فطرت کے اس قانون کے عین مطابق ہے اور یہ بات اسلام کی سچائی پر ایک زبردست گواہ ہے۔

اگر اسلام کی اعلیٰ اور افضل تعلیمات میں سے انسان اسکی صرف اسی تعلیم پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ واقعی دنیا کو اسلام کی ضرورت تھی۔ اگر پہلے زمانوں میں جبکہ قومیں الگ تھلگ تھیں اور ممالک ایک دوسرے سے جدا جدا تھے اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف نہ تھے لوگ اپنے اپنے ملک کے نبی پر ایمان لاتے اور دوسرے انبیاء سے سروکار نہ رکھتے تو چنداں حرج نہ تھا۔ لیکن آج جبکہ دنیا ایک شہر کی طرح ہو گئی ہے اور قومیں ایک دوسرے کے ساتھ رل گئی ہیں قومی انبیاء کا نظریہ دنیا کے اتحاد میں ایک بہت بڑی روک ثابت ہو سکتا ہے وہ قومیں جو انسانیت کے حصے بخرے کرنے کی قائل ہیں اور وہ لوگ جو اچھوت اور برہمن کی غیر فطری تقسیم سے اونچ نیچ کے ماننے والے ہیں وہ کس منہ سے اس پر قانع ہو سکیں کہ آج بھی دنیا میں قومی انبیاء کے نظریہ کو فروغ دیا جائے مگر اسلام جو انسانوں کی مساوات کا علمبردار ہے اور سب آدم زادوں کو بھائی بھائی قرار دیتا ہے اور سب کو ایک رب العالمین کی یکساں مخلوق ٹھہراتا ہے وہ کیونکر اس بات کو برداشت کر سکتا ہے کہ آج بھی کچھ نبیوں کو اسرائیلیوں کا نبی کہہ کر رد کر دیا جائے اور دوسروں کو ہندوؤں کے رشی بتا کر ان سے منہ پھیر لیا جائے؟ اسلام نے اپنے پیروؤں کو تاکید کی ہے کہ وہ سب نبیوں کا احترام کریں اور ان سب پر یکساں ایمان لائیں اس بارے میں کسی قسم کے تفرقہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام کا کتنا بڑا کمال ہے کہ اس نے آج سے چودہ صدیاں پیشتر اتحاد عالم کے لئے ٹھوس بنیاد رکھتے ہوئے اعلان فرما دیا کہ سب نبی خدا کے برگزیدہ ہیں اور سب الہامی کتابیں خدا کا پاک کلام ہیں نبیوں کی طرف جو غلط تعلیمات منسوب کی گئی ہیں سب نبی ان سے پاک ہیں اور آسمانی صحیفوں میں جو انسانی دست برد کی گئی ہے وہ کتابیں ان سے مبرا ہیں۔ اسی طرح اسلام نے ایک عظیم الشان صداقت کا اعلان فرمایا۔ سب نبیوں کی عزت قائم کر دی اور سب آسمانی کتابوں کے لئے عظمت کا اعتراف کرا دیا۔ اور قوموں کے درمیان صلح اور مفاہمت کے لئے ایک مضبوط بنیاد قائم کر دی ظاہر ہے کہ یہ بات وہی نبی کر سکتا تھا جو خدائے رب العالمین کی طرف سے ساری قوموں اور ساری نسلوں اور سارے زمانوں کے لئے مبعوث ہو یہ اعلان وہی آسمانی کتاب کر سکتی تھی جو ذکر للعالمین ہو کر سب سابقہ صحیفوں کو قائم رکھنے والی صداقتوں پر مشتمل ہو۔ اسی لئے قرآن مجید نے فرمایا فيها كتب قيمة

قرآن مجید اور اسلام کے اس چودہ سو سالہ بیان کردہ اصول کی ہمہ گیری اور برتری اظہر من الشمس ہے اور یہ اسلام کی صداقت کا ایک درخشندہ ثبوت ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے کسی مذہب کے پیرو کو نہ اپنے نبی کی صداقت کا انکار کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی اپنی الہامی کتاب کو غلط کہنا پڑتا ہے بلکہ اسے اپنے پیشوا کی عزت اور اپنی الہامی کتاب پر ایمان کے ساتھ ساتھ دوسرے نبیوں اور دوسری کتابوں پر بھی ایمان لانے کی سعادت حاصل ہوتی ہے گویا اسے ترقی حاصل ہوتی ہے تنزل اور محرومی نہیں ہوتی۔ مگر اس کے برعکس دوسرے مذاہب کا حال یہ ہے۔

کہ اگر ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذہب میں جائیں یا ایک مسلمان دوسرے کسی مذہب کو قبول کرے تو اسے ایک تو

مسلمانوں کے باہمی فرقوں کے ہر بزرگ۔ امام۔ محدّث۔ مجدد کی عزت کرنا احمدیہ تحریک کا بنیادی اصول ہے ان سب مقدسوں کو برگزیدہ یقین کرنا احمدیت کا طرۂ امتیاز ہے اور یہی طریق صلح اور مفاہمت کی بہترین راہ ہے

یا زیادہ نبیوں کی صداقت کا انکار کرنا پڑتا ہے اور متعدد آسمانی صحیفوں کی تکذیب کرنی پڑتی ہے۔ گویا دوسرے مذہبوں کے پیرو مسلمان ہو کر کچھ کھوتے نہیں بلکہ بہت کچھ حاصل کرتے ہیں لیکن مسلمان ان مذاہب میں جانے سے بہت کچھ کھوتا ہے۔ اسلام کی یہ صداقت ہر زمانے میں اپنی جاذبیت کا اظہار کرتی رہی ہے اور بہت سے طالبان حق کے لئے رہنمائی کا موجب بنتی رہی ہے۔ آج اس اسلامی اصل کی کشش کا تو یہ عالم ہے۔ کہ بہت سی مصنوعی تحریکیں اس زریں اصل کو اپنانے کا دعویٰ کر کے اپنا رنگ جمانا چاہتی ہیں مگر اصل اور نقل یا کھرے اور کھوٹے کا فرق نمایاں نظر آتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام کے باہر یا اسلام کو چھوڑ کر جو لوگ اس اصل سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

آج مسلمان علماء کی بعض غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے روشن چہرہ پر جو کچھ غبار سا پڑ گیا تھا اسے دور کرنے اور اس دین کی تجدید کے لئے اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو قائم فرمایا ہے۔ احمدیہ تحریک ساری قوموں کو اسلام کی دعوت دیتی ہے قرآن مجید کا زندہ اور عالمگیر شریعت ہونا ثابت کرتی ہے۔ احمدیت کے نزدیک اسلام کے چودہ سو سالہ اصولوں پر عمل کرنے سے ہی دنیا میں صلح اور امن قائم ہو سکتا ہے اور اسی شریعت غراء کی پیروی سے انسان نجات پا سکتے ہیں۔ ان اصولوں میں ایک عظیم الشان اصل یہ ہے کہ آج دنیا کے اتحاد کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامہ کی روشنی میں سب قوموں کے نبیوں اور پیغامبروں پر ایمان لانے کے عقیدہ پر استوار کی جائے جیسا کہ اسلام نے چودہ سو سال بیشتر اعلان فرمایا تھا عملی طور پر جماعت احمدیہ اسی نہج پر کام کر رہی ہے۔

احمدیت اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہے وہ نیا دین یا نئی شریعت نہیں مگر اسلام کی تجدید کی داعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمدیت ہر قسم کی فرقہ بندی سے پاک اور بالا ہے۔ جس طرح اسلام نے پہلے دور میں سب نبیوں کی عزت و احترام کو قائم کیا ہے۔ ان پر ایمان لانے کو لازمی قرار دیا ہے اسی طرح اس نے اپنے دوسرے دور یعنی احمدیت میں اس اصل کی وضاحت اور اشاعت اور تکمیل کے ساتھ ساتھ یہ بھی اعلان فرمایا کہ مسلمانوں کے باہمی فرقوں کے ہر امام خلیفہ محدث، مجدد اور بزرگ کی عزت کرنا اس تحریک کا بنیادی ستون ہے۔ ان سب مقدسوں کو برگزیدہ یقین کرنا ایک احمدی مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔ سب خلفاء راشدین برحق ہیں سب ائمہ اور مجددین اور اولیاء خدا کے برگزیدہ ہیں سب کی عزت کرنا اور سب پر اعتقاد رکھنا ایک احمدی کے لئے لازمی ہے گویا مختلف فرقوں نے اسلام کے بحر عظیم سے جو چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی تھیں احمدیت نے پھر ان نہروں کو واپس لا کر اسی بحر عظیم میں اکٹھا کر دیا۔ احمدیت کا یہ نقطۂ نگاہ اس تحریک کی خوبی اور سچائی پر واضح دلالت کرتا ہے اور یہی طریق بین الاقوامی صلح اور مفاہمت کا ہے۔

اس اندرونی مفاہمت کے ساتھ ساتھ احمدیت اپنے عالمی مشن کے لئے بھی ہمہ تن معروف ہے یعنی وہ اسلام کی اشاعت اور اس کی برتری کے اثبات کے لئے ان سب اصولوں کی تبلیغ کر رہی ہے اور بالخصوص اس اصل کی علمبردار ہے کہ اسلام سب نبیوں کی صداقت کا اعلان کرتا ہے انہیں خدا کے سچے پیغمبر قرار دیتا ہے اور وہ سب آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے۔ پس احمدیت کا طریق ہی مذاہب عالم میں صلح اور محبت کا طریق ہے اور یہی طریق مسلمان فرقوں میں اتحاد کا واحد ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ سب کو حق کے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے آمین

سکھ مذہب اور بابا نانک رح کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآرا تحقیق

سکھ ودوانوں کا اعتراف کہ یہ تحقیق حق وصداقت پر مبنی ہے

(از مکرم عباد اللہ صاحب گیانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھ مذہب سے متعلق جو تحقیقات فرمائی ہے وہ اس قدر ٹھوس دلائل پر مبنی ہے کہ بڑے بڑے ودوان اور محققین بھی اسکے آگے گردن جھکانے پر مجبور ہو رہے ہیں اور اپنی سالہا سال کی تحقیق کے بعد جو نتیجہ پیش کر رہے ہیں وہ اس سے حضور اقدس کے پیشکردہ نظریات کی تائید ہوتی ہے۔ حضور نے اپنی پچیس سال کی تحقیق کے بعد گورو نانک صاحب کے اسلام سے متعلق یہ اعلان فرمایا کہ:۔

"باوا صاحب کا اسلام ایک ایسے چمکدار ستارے کی طرح ہے جو کسی طرح چھپ نہیں سکتا"۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۰۶)

نیز حضور نے گورو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی سے متعلق جو نظریئے پیش فرمائے آج بڑے بڑے سکھ محققین بھی ان کتب کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد انہیں تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مسیح موعود کی خوشخبری دیتے ہوئے یہ بات واضح الفاظ میں بیان فرمائی تھی کہ وہ حکماً عدلاً ہوگا جس کے صاف اور سیدھے سادھے معنے یہی ہیں کہ اس کے ذریعہ تمام اہم اور اختلافی امور کے فیصلے کئے جائیں گے جیسے کہ حضور کا فرمان ہے

یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسی ابن مریم اماما مہدیا وحکما عدلاً۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں لوگوں کی اصلاح کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور پیروی میں مہدی اور مسیح بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا کہ:۔

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

حضور نے حکم عدل ہونے کی حیثیت میں تمام اہم اور اختلافی امور کے فیصلے فرمائے ہیں۔ اور صحیح اسلامی تعلیم کو دنیا میں قائم کیا ہے۔ گو دنیا نے ابتدا میں اپنی سنت قدیمہ کے ماتحت حضور کی مخالفت ہی کی لیکن آخر کار اسے حضور کی پیشکردہ باتوں کو درست تسلیم کرنا پڑا۔ کون نہیں جانتا کہ جب حضور نے وفات مسیح (علیہ السلام) کا اعلان کیا اور قرآن مجید، احادیث اور تاریخ کی رو سے یہ ثابت کیا کہ وہ صلیب سے بچائے گئے تھے اور اب وہ آسمان پر زندہ نہیں ہیں۔ ان کی وفات کشمیر میں طبعی طور پر ہوئی تھی۔ تو مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا تھا۔ لیکن آج دنیا کا ہر معقول آدمی اس بات کو تسلیم کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ نہیں ہیں بلکہ وفات پا چکے ہیں۔

سکھ مذہب سے متعلق تحقیق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سکھ مذہب سے متعلق بھی بہت سے اہم امور واضح فرمائے۔ جو سکھ مذہب اور سکھ تاریخ پر گہرے طور پر اثر انداز ہوئے۔ منجملہ ان کے ایک گورو نانک جی کے مذہب سے متعلق ہے سکھ تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ گورو نانک جی کا جب وصال ہوا تو ہندوؤں اور مسلمانوں میں یہ جھگڑا ہوا کہ گورو جی ہندو تھے یا مسلمان۔ ہندو تو انہیں محض اس وجہ سے ہندو قرار دے رہے تھے۔ کہ ان کی پیدائش ایک ہندو گھرانہ میں ہوئی تھی اور مسلمان انہیں اس وجہ سے مسلمان سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے اسلامی عقاید اختیار کر لئے تھے۔ نیز ان کی بانی قرآن مجید کی مختلف آیات اور احادیث نبویہ میں بیان کردہ مضامین پر مشتمل ہے (ملاحظہ ہو تاریخ پنجاب مصنفہ لالہ کنہیا لال ایڈیشن اول صفحہ ۱۱)

سکھ تاریخ اس بارہ میں قطعی طور پر خاموش ہے کہ گورو انگد جی نے جو بقول سکھوں کے گورو نانک جی کے جانشین اور دوسرے گورو تھے۔ اس بارہ میں کوئی فیصلہ دیا ہو۔ بلکہ ان کے بعد آنے والے باقی آٹھ گورو صاحبان نے بھی اس بارہ میں خاموشی ہی اختیار

فرصتِ دید کہاں ہمسفرو!

کہیں اٹھتا ہو دھواں ہمسفرو! کوئی منزل کا نشاں ہمسفرو!
نقشِ پا جن کے نظر آتے ہیں وہ مسافر ہیں کہاں ہمسفرو!
ناتوانی کہ قدم اٹھتا نہیں اور یہ سنگِ گراں ہمسفرو!
ہر گھڑی دشت نوردوں کیلئے خطرۂ راہزناں ہمسفرو!
دانہ ہے تابِ زر وسیم وگہر دام ہے حسنِ بتاں ہمسفرو!
وجہِ آوارگیٔ قلب ونظر وحشتِ ماہ وشاں ہمسفرو!
دعوتِ دید ہر گام سہی فرصتِ دید کہاں ہمسفرو!

آبلہ پا ہے جو ناہید تو کیا
عزم ہے اُس کا جواں ہمسفرو!

عبد المنان ناہید

کی۔
خود سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"آج بھی جو لوگ گورو صاحب کا ایدیش پڑھتے ہیں وہ پختہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان کا مذہب کیا تھا"

(ترجمہ از کلت ورگ گورو مضمون سردار سردو کش جی کویشر صفحہ ۱۳۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوری تحقیق اور چھان بین کے بعد گورو نانک جی کے مذہب سے متعلق چلے آرہے اس جھگڑے کا یہ فیصلہ دیا کہ:۔

"ہماری رائے باوا نانک صاحب کی نسبت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سچے مسلمان تھے"

(ست بچن صفحہ ۳۱)

ایک اور مقام پر حضور نے فرمایا ہے کہ:۔

"باوا صاحب نہ صرف عام مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے بلکہ ان کو اسلام کے ان اولیاء اور بزرگوں میں سے شمار کرنا چاہیئے جو اس ملک میں گذر چکے ہیں"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۳۹)

سکھوں نے شروع شروع میں حضور کے اس فیصلے سے اختلاف کیا۔ مگر جب انہوں نے بابا نانک صاحب کی بانی کو غور سے پڑھا اور حقائق کی طرف توجہ دی۔ تو اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے کہ گورو نانک جی اسلام سے بہت متاثر ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان پروفیسر شیر سنگھ جی گیانی ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لنڈن) نے لکھا ہے کہ:۔

"تمام مذاہب اور فرقوں کا احترام کرنا۔ ہر ایک دھرم کے بزرگوں۔ پیغمبروں۔ اوتاروں کی عزت کرنا دوسروں کے عقائد اور خیالات کو برداشت کرنا اور عمل دبردباری سے پیار کرنا

غلام احمد ابن المصطفیٰ

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۹)

کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا کہ میں اسلام کا حقیقی عاشق اور حضرت خیر الانام پر دل و جان سے فدا ہوں اور ان کا غلام ہوں۔"

(۳) "سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے"

(۴) "میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولا فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا سو میں نے جو کچھ پایا اسی پیروی سے پایا۔"
(حقیقۃ الوحی ص ۶۳)

(۵) "ہم پر جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں یہ سب رسول اکرمؐ کے فیض سے ہی ہیں۔ آنحضرتؐ سے الگ ہو کر ہم سچ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں اور خاک بھی نہیں۔" (الحکم ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء)

(۶) "وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا وہ سچا نبی ہے اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہوگا۔ جب میرے خدا نے اس نبی کی قدر اور عظمت میرے پر ظاہر کی تو میں کانپ اٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا۔ کیونکہ ..... اس مقدس نبی کو لوگوں نے شناخت نہیں کیا جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا اور جیسا کہ چاہئے لوگوں کو اب تک اس کی عظمتیں معلوم نہیں۔" (اشتہار ۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء از حقیقۃ الوحی)

(۷) "میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش یہی ہے کہ تمام محامد اور مناقب ...... اور تمام صفات جمیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کروں۔ میری تمام تر خوشی اسی میں ہے اور میری بعثت کی اصلی غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔"
(الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۲ء)

عملی زندگی کی دو ایمان افروز مثالیں

حقیقی عشق و محبت کا اثر محض خیالات و افکار تک محدود نہیں رہتا۔ پوری زندگی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ انسان کی ہر حرکت و سکون اس کی غمازی کرتی ہے۔ اور بظاہر معمولی نظر آنے والی باتوں میں بھی اس کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی اور محسوس ہوتی ہے ہمارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جو والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ اس کے اثرات شروع سے لے کر آخر تک حضور کی پوری زندگی میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ حضور کی سیرۃ و سوانح کا ہر باب ہر ورق اور ہر گوشہ عشق نبویؐ سے سرشار و معمور نظر آتا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا حضور کے وجود اقدس پر عشق رسول کا جذبہ پوری شدت سے حاوی ہو چکا تھا اور حضور نے اپنے وجود کو عشق نبوی میں بالکل محو کر دیا تھا۔ اس کی سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ حضور کی زندگی کا ہر دن اور ہر دن کا ہر لمحہ اس کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں بطور نمونہ صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک قادیان میں اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ایک شخص باہر سے آیا تو اس نے سنا کہ آپ حضرت حسانؓ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا وہ شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا وہ شعر یہ ہے:-

كنت السواد لناظري فعمي عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر

یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ہی دھڑکا لگا ہوا تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے؟ میرے استفسار پر حضور نے فرمایا کہ میں اس وقت حسانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اور میرے دل میں یہ آرزو اور تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میری زبان سے یہ شعر نکلتا!

(۲) آریہ سماج کے لیڈر پنڈت لیکھرام کا ذکر پہلے گذر چکا ہے کہ کس طرح وہ اسلام کا شدید دشمن تھا اور کس طرح وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب ہوتا تھا۔ اسی پنڈت لیکھرام کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تشریف رکھتے تھے کہ پنڈت لیکھرام کا بھی ادھر گزر ہوا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ حضور بھی یہاں آئے ہوئے ہیں تو وہ دنیادارانہ طریق کے مطابق آپ کو ملنے اور سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے جب پنڈت لیکھرام نے سلام کیا تو حضور نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر لیکھرام نے دوسرے رخ سے ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور پھر بھی خاموش رہے اس پر پنڈت لیکھرام وہاں سے چلا گیا۔ بعد میں کسی نے اس خیال سے کہ ممکن ہے حضور کو لیکھرام کے آنے کا علم نہ ہوا ہو عرض کیا کہ حضور پنڈت لیکھرام آیا تھا اور سلام عرض کرتا تھا۔ حضور نے بڑی غیرت اور جوش کے ساتھ فرمایا۔

"ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے!"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر مذہب و ملت کے افراد کے ساتھ تعلقات و روابط رکھتے تھے۔ اور ہر شخص کے ساتھ انتہائی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کا حسن سلوک صرف اپنوں تک محدود نہ تھا بلکہ انتہائی مخالفت کرنے والے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ چنانچہ جب ایک مقدمہ میں ایک شدید مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان کے متعلق آپ کے وکیل نے جرح کے دوران کچھ سوالات کرنے چاہے تو آپ نے اسے حکماً روک دیا تا کہ مولوی صاحب کی دلشکنی نہ ہو۔ حالانکہ وہ سوالات آپ کے حق میں مفید ہو سکتے تھے۔ لیکن اس رحیم و کریم وجود کا یہ حال ہے کہ جب ناموس رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے غیرت کا سوال آیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب تک دینا گوارا نہ فرمایا۔

99

عشق نبوی کا ایک زندۂ جاوید کارنامہ

سچے عشق اور حقیقی محبت کا اثر صرف اپنے تک ہی محدود نہیں رہا کرتا بلکہ گرد و پیش کے پورے ماحول کو بھی متاثر کرتا ہے۔ آتش عشق کی چنگاری جب ایک دل میں پیدا ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ آگ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تو جو بھی اس دل کے قریب جاتا ہے اس آگ کی حرارت سے حصہ پاتا ہے اور اس طرح وہ آگ آگے منتقل ہوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد اس سے اثر پذیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق نبویؐ کا یہ کمال تھا کہ آپ نہ صرف خود اس عشق سے سرشار ہوئے بلکہ اپنے ماننے والوں اور اپنے متبعین میں بھی عشق رسول کی ایسی چنگاری سلگا دی جو انشاء اللہ کبھی نہیں بجھے گی اور جو اولاد در اولاد آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت کروڑوں کی تعداد میں مسلمان دنیا میں موجود ہیں۔ ہر طرح کے دنیوی اختیارات رکھنے والے اور وسیع دولت و ثروت رکھنے والے بھی ہیں۔ لیکن سوچو کیا بات ہے کہ آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام دنیا کے کونے کونے میں بلند کرنے کی توفیق صرف اور صرف احمدی جماعت ہی کے افراد کو حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق صادق کے ذریعے سے ان کے قلوب میں عشق رسولؐ کی ایک ایسی آگ فروزاں ہے جو انہیں ہر لحظہ دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و تبلیغ پر آمادہ رکھتی ہے۔ وہ دن دیکھتے ہیں نہ رات۔ سمندروں کو چیرتے ہوئے اور صحراؤں کو پھاندتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے میں نکل جاتے ہیں اور اپنے آقا و مطاع حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو سربلند کرنے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ آج دنیا کے پردے پر احمدی مجاہدین کے ذریعے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی جو کامیاب مہم جاری ہے اور جس کے دوست اور دشمن سبھی معترف ہیں یہ مہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے مثال عشق رسول کا سب سے بڑا اور زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

گورو ہر سہائے کا قرآن شریف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باباجی نانک جی کا اسلام ثابت کرنے کی غرض سے چولہ صاحب کے ساتھ ہی وہ قرآن شریف بھی پیش کیا جو گورو ہر سہائے ضلع فیروزپور کے سوڈھی صاحبان کے پاس گورو جی کی ایک یادگار کے طور پر چلا آرہا ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ:-

"اب ہم اس جگہ اس بات کے بیان کرنے سے خاموش نہیں رہ سکتے اور یہ قرآن شریف جو بابا نانک صاحب کے گدی نشین گوروؤں کے تبرکات میں نہایت عزت اور ادب کے ساتھ چلا آیا ہے ..... بلاشبہ باوا صاحب اور ان کے گدی نشینوں کے اسلام پر ایسا کھلا ثبوت ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۳۳۸)

اس قرآن شریف کی تحقیق کے لئے حضور نے ۱۹۰۸ء میں ایک وفد بھی گورو ہر سہائے بھجوایا تھا۔ اس وفد میں ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہ بھی شامل تھے (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۳۸)

جماعت احمدیہ کے اس وفد کے متعلق سکھ ودوان سردار جی بی سنگھ جی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر جنرل نے یہ لکھا ہے کہ:-

"وفد کے تمام ممبر پڑھے لکھے تھے قرآن شریف ان کی زبان کی نوک پر تھا پوتھی صاحب کو دیکھ کر جسے قرآن شریف کہتے ہیں۔ انہیں کوئی مغالطہ نہیں لگا۔"

(ترجمہ از پراچین بیڑاں صفحہ ۱۸۰)

اس قرآن شریف سے متعلق سکھ ودوان تسلیم کرتے ہیں کہ اسے باباجی سفروں میں اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے جب آپ مکہ معظمہ گئے تھے تو یہ قرآن شریف آپ کے پاس تھا (ملاحظہ ہو خالصہ اخبار امرتسر ۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء) جنم ساکھی میں بھی یہ مرقوم ہے کہ گورو جی جب مکہ شریف گئے تھے تو ان کے پاس ایک قرآن شریف بھی تھا (جنم ساکھی اردو صفحہ ۱۴۹) بھائی گورداس جی نے بھی مکہ کے سفر میں بغل میں ایک کتاب کا ہونا بیان کیا اور ایک سکھ ودوان نے اس بارہ میں لکھا ہے کہ:-

"بھائی گورداس جی نے بھی "کتاب کچھ" لکھا ہے۔ جس کے معنے حمائل شریف بھی کئے جا سکتے ہیں۔ حمائل چھوٹی تقطیع کے قرآن شریف کو کہتے ہیں جو ہلکا ہونے کی وجہ سے مسلمان ایک غلاف میں ڈال کر بغل میں لٹکا لیا کرتے ہیں۔"

(ترجمہ از پراچین بیڑاں صفحہ ۱۸۰)

اس میں کوئی شک نہیں کہ گورو نانک جی کا اپنے سفروں میں قرآن شریف اپنے پاس رکھنا اور اس کی تلاوت کرنا۔ اور اس قرآن شریف کا آپ کی یادگار کے طور پر گورو ہر سہائے میں موجود ہونا سکھ لٹریچر سے بھی ثابت ہے اور یہ گورو جی کے مسلمان ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ چنانچہ خود سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ:-

"اس (گورو ہر سہائے کی) پوتھی کا جب جماعت احمدیہ کے وفد نے ملاحظہ کیا تو انہوں نے گورو نانک صاحب کے مسلمان ہونے کا یقینی ثبوت پبلک میں پیش کیا گورو ہر سہائے کے سوڈھیوں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ یہ پوتھی گورو نانک صاحب ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور پڑھا کرتے تھے۔"

(ترجمہ از رسالہ پریت لڑی جون ۱۹۵۱ء)

ایک اور سکھ ودوان نے اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

"خیر اگر وہ پوتھی دراصل گورو نانک کی ہے اور وہ ہے قرآن شریف جس طرح کہ احمدیوں نے بیان کیا ہے تو سکھ اپنی بے سمجھی سے گورو نانک صاحب کو پکا مسلمان ثابت کر رہے ہیں۔" (ترجمہ از پراچین بیڑاں صفحہ ۲۰۱)

ان حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ خود سکھ ودوان بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورو ہر سہائے کا قرآن شریف، گورو نانک صاحب کے مسلمان ہونے کا ایک پختہ ثبوت ہے اور یہ ثبوت جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔

گورو گرنتھ صاحب کے متعلق تحقیق

سکھ دھرم کی مقدس کتاب کا نام گورو گرنتھ صاحب ہے۔ سکھ مؤرخین کے بیان کے مطابق اس کی تالیف کی ابتدا گورو ارجن جی نے کی تھی جو سکھوں کے پانچویں گورو تھے۔ اور تکمیل سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ جی کے ہاتھوں ہوئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گورو گرنتھ صاحب سے متعلق ۱۸۹۵ء میں یہ ارشاد فرمایا۔

گرنتھوں میں شک کا احتمال
کہ انسان کے ہاتھوں سے ہیں درمیاں
جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے
خدا جانے کیا کیا بناتے رہے
گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا
کہ انساں نہ ہووے خطا سے جدا

(ست بچن)

ایک اور مقام پر حضور فرماتے ہیں:-

"یہ گرنتھ جو خالصہ صاحبوں کے ہاتھ میں ہے باوا صاحب کی وفات سے بہت مدت بعد اکٹھا کیا گیا ہے اور روایتوں کا کوئی صحیح سلسلہ سکھوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ کہاں کہاں سے اور کس کس سے یہ شعر لئے گئے اور کیا کچھ کم کیا گیا یا بڑھایا گیا۔" (ترمیان القلوب)

اس سلسلے میں حضور نے یہ بات بالصراحت بیان فرمائی ہے کہ گرنتھ صاحب کے نقل نویسوں نے بہت کچھ ردوبدل کئے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے سکھ مؤرخین اور محققین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورو گرنتھ صاحب کے نقل نویسوں کی وجہ سے اس میں بہت گڑبڑ پیدا ہو چکی ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کے کوئی قلمی دو نسخوں میں آپس میں پوری طرح مطابقت نہیں۔ کسی میں کوئی شبد زائد ہے اور کسی میں کم۔ میرے پاس نصف درجن کے قریب گورو گرنتھ صاحب کے نسخے ہیں۔ وہ سب کے سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور مطبوعہ گورو گرنتھ صاحب بھی ایسے موجود ہیں جن میں آپس میں کافی فرق ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ سکھ گورو صاحب کے زمانہ سے ہی نقل نویس اس میں بہت ردوبدل کرتے چلے آرہے ہیں (ملاحظہ ہو گورو پد رتن صفحہ ۹۲، ۹۳۔ راگ مالا کھنڈن صفحہ ۱۹ و صفحہ ۱۲ و راگ مالا منڈن صفحہ ۱۰۴۔ بانی بیورا صفحہ ۶ و گورد وارے درشن صفحہ ۵۱۶۔ ساکھی پرمان ورسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر ۱۹۵۵ء وغیرہ) اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان کا یہ بیان ہے کہ:-

"گورو گوبند سنگھ جی سے قبل گورو گرنتھ صاحب کے نسخوں کی خاص ترتیب وار کوئی نوشت نہیں تھی۔ کسی نسخہ کا خاتمہ "مندا وندن" پر کسی کا "دوان توں دھیک" پر کسی کا کبیر یا فرید کے شلوکوں پر یا کسی اور بانی پر ہوتا تھا۔ بھائی بنو جی کے نسخوں میں رتن مالا۔ راجہ شونابھ کی حقیقت وغیرہ زائد بانیاں بھی شامل تھیں۔"

(ترجمہ از تحقیق دھرم صاحب صفحہ ۱۳)

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

"معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نقل نویس گورو گرنتھ صاحب کو محض بانی کا ایک مجموعہ خیال کرتے تھے۔ شبدوں کی ترتیب میں ردوبدل کرنا کوئی معیوب نہیں سمجھتے تھے۔"

(ترجمہ پراچین بیڑاں صفحہ ۱۰۰)

اسی سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ:-

"گورو گھر کے مخالفین اور ان کے سنتوں نے مندر کے نقلی اور ناپاک بانیاں (گورو گرنتھ صاحب کی) سینکڑوں جلدوں میں منشور بانی کے اندر اور باہر شامل کر دیں اور جلدوں کی ترتیب بھی بدل کر اتنی گڑبڑ پیدا کر دی کہ اس کا سنوارنا تو کجا۔ عام سمجھ بوجھ والے انسان کو سچ جھوٹ کی جانچ پڑتال کرنا بھی مشکل ہو گیا۔" (ترجمہ از خالصہ پارلیمنٹ گزٹ دلیتا سک انک ۱۹۵۶ء)

اب تو سکھوں میں ایسی رو بھی چل رہی ہے کہ موجودہ گورو گرنتھ صاحب سر سے ہی جعلی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مشرقی پنجاب سے ایک کتاب "سنگھو پنتاں ہو رہی ہے بانی" کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ گورو ارجن جی کا تیار کردہ گرنتھ تلف کر دیا گیا تھا۔ اور اس کی بجائے گورو صاحب موصوف کے بڑے بھائی اور ان کے خون کے پیاسے پرتھی چند نے خود ایک گرنتھ صاحب مرتب کر کے مشہور کر دیا تھا کہ یہ گورو ارجن جی کا تیار کردہ گرنتھ ہے اور وہی گرنتھ اس وقت سکھوں کے پاس ہے۔ (ملاحظہ ہو ست گوربانی ہو رہی ہے بانی صفحہ ۳۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گورو گرنتھ صاحب میں درج شدہ بانیوں سے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ:-

"اس کو کون نہیں جانتا کہ موجودہ گرنتھ صاحب کی صحت کے بارہ میں بہت سی پیچیدگیاں اور دقتیں واقعہ ہو گئی ہیں ...... گورو ارجن داس صاحب کیسی ہی نیک نیت ہوں۔ مگر جن لوگوں کی زبانی وہ شعر جمع کئے گئے تھے ان کی درایت اور روایت ہرگز قابل اعتماد نہیں۔"

(ست بچن صفحہ ۳)

ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

یہ امکان موجود ہے کہ کوئی بانی یا شبد گرنتھ صاحب میں ایسے درج ہو گئے ہوں جو اصل میں گورو نانک صاحب کے خود بیان کردہ نہ ہوں اور یہ شبد خواہ بابا موہن کی پوتھیوں سے لئے گئے ہوں خواہ باہر سے جمع کئے گئے ہوں یہ درست ہے کہ

گورو ارجن جی خود گورو تھے اور ان کا قول یا کسی سند سے متعلق کیا فیصلہ سکھوں کے لئے ایسا ہی مستند ہے جیسا کہ خود گورو نانک صاحب کا فرمان۔ لیکن جو بات ناممکن ہو۔ اسے گورو ارجن جی بھی ممکن نہیں بنا سکتے تھے۔"

(ترجمہ از پراچین بیڑاں ص۲۹)

جنم ساکھی بھائی بالا سے متعلق تحقیق

گورو گرنتھ صاحب کے بعد سکھوں میں جنم ساکھی بھائی بالا کو ایک مستند کتاب سمجھا جاتا تھا (ملاحظہ ہو کننگ کروساکھ ص۹) اور اس سے متعلق یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ یہ سکھوں کے دوسرے گورو انگد جی نے اپنی نگرانی میں مرتب کروائی تھی۔ جیسا کہ پروفیسر تعبندر سنگھ جی ایم ایس سی بیان کرتے ہیں کہ:-

"انہوں (گورو انگد جی) نے بھائی بالا سے سری گورو نانک دیو جی کے سوانحی حالات سنکر ان کو ترتیب دی اور وہ جنم ساکھی معرض ظہور میں آئی جو کہ گورو نانک جی کے متعلق شرح اور مفصل حالات سے پر ہے۔ اتنی جامع و پر از معلومات کتاب گورو نانک جی کے سوانحی حالات کے متعلق بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔"

(مختصر و مکمل تاریخ گورو خالصہ)

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے لکھا ہے کہ:-

"جو کچھ جنم ساکھیوں میں لکھا گیا ہے وہ تمام بھائی بالا کی زبانی گورو انگد صاحب نے سن کر درج کیا ہے۔"

(تواریخ گورو خالصہ اردو ص۵۲)

بھائی دیپ سنگھ جی نے تو کلغی دھر چمتکار کے ایک مقام پر یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر گورو انگد جی یہ جنم ساکھی مرتب نہ کرواتے تو سکھوں کے پاس گورو نانک جی کے سوانحی حالات سے متعلق کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت تک گورو نانک جی کی زندگی کے حالات سے متعلق جس قدر کتب سکھ ودوانوں نے شائع کی ہیں ان سب کا منبع اور مخزن جنم ساکھی بھائی بالا ہی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ایک سکھ ودوان کا یہ بیان ہے کہ:-

"ہمارے پراتن مؤرخ بھائی سنتوکھ سنگھ جی نے کافی چھان بین کرنے کے بعد بھائی بالا کی جنم ساکھی کی بنا پر ہی سری گورو نانک پرکاش تصنیف کیا ہے یا دوگیش سنگھ بیدی نے گورو نانک سورج ودے گیانی گیان سنگھ جی نے گورو خالصہ تواریخ اور دوسرے بے شمار سنتوں مہنتوں نے اسی جنم ساکھی کی بنا پر کتب تصانیف کی ہیں گورو نانک چمتکار میں بھی زیادہ سے زیادہ مواد اسی سے لیا گیا ہے۔"

(ترجمہ از پنجابی ارتسر ۳۰ نومبر ۱۹۴۲ء)

اس جنم ساکھی پر ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے جبکہ عام گورو دواروں میں اس کی کتھا کی جاتی تھی (ملاحظہ ہو کننگ کروساکھ ص۹) اور اس کتھا کا حکم گورو گوبند سنگھ جی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (دیکھئے مکت ص۳۸)۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جنم ساکھی سے متعلق یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ:

"ان جنم ساکھیوں کے اکثر بیانات صرف غیر معقول ہی نہیں بلکہ ان میں اس قدر تناقض ہے اور اس قدر بعض بیانات بعض سے تناقض پائی جاتی ہیں کہ ایک عقلمند کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اس حصہ کو جو غیر معقول اور قریب قیاس باتوں سے متضاد ہے پایہ اعتبار سے ساقط کر دے"۔ (ست بچن ص۲۴)

یعنی:- "ایسی قابل شرم باتیں اور نہایت مکروہ جھوٹ جنم ساکھیوں میں پائے جاتے ہیں کہ جو نہ صرف منقول کے مخالف بلکہ عقل اور نقل دونوں کے مخالف ہیں"۔ (ست بچن ص۲۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۵ء میں جنم ساکھی سے متعلق مندرجہ بالا فیصلہ صادر فرمایا۔ ان دنوں سکھ اس جنم ساکھی کے خلاف کوئی بات بھی سننا پسند نہیں کرتے تھے لیکن حضور کے اس فیصلہ کے بعد سکھ ودوانوں اور سکھ محققین کو اس طرف توجہ پیدا ہوئی اور جب انہوں نے ان جنم ساکھیوں کا مطالعہ محققانہ انداز سے کیا تو وہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ فی الحقیقت یہ جنم ساکھیاں محرف و مبدل ہو چکی ہیں اور ان میں بیحد گڑبڑ پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

"بھائی بالا والی جنم ساکھی کو درحقیقت ہندوؤں (ٹوبھجیوں) نے بگاڑ دیا ہے۔"

(تواریخ گورو خالصہ پنتھ ص۶۴)

سردار کرم سنگھ جی کا بیان ہے:-

"ناظرین میں سی کی گورمکھ سکھ جی آکھیاں کی آواز سے آواز ملا کر دوہائی دے کر کہتا ہوں کہ یہ جنم ساکھی شروع سے لے کر آخر تک جعلی ہے جھوٹی ہے۔ بناوٹی ہے۔ شراہے بھری پڑی ہے سننے کے لائق نہیں۔ دیکھنے کے قابل نہیں..... اسے باندھ کر ایسی جگہ پہنچا دینا چاہئے جہاں سے پھر اس کا نام و نشان بھی نہ مل سکے۔" (ترجمہ از کتک کروساکھ ص۲۴۸)

پروگرام جلسہ سالانہ خواتین جماعت احمدیہ

پہلا دن ۲۶ دسمبر ۱۹۶۰ء بروز سوموار

پہلا اجلاس

۱۵-۹ تا ۴۵-۹ تلاوت قرآن کریم

۴۵-۹ تا ۱۵-۱۰ افتتاحی تقریر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ - از جلسہ گاہ مردانہ

۱۵-۱۰ تا ۰۰-۱۱ اسلام اور غیر مسلم رعایا محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب " "

۰۰-۱۱ تا ۱۵-۱۱ نظم امۃ المقصود مرزا بنت مرزا داؤد احمد صاحب

۱۵-۱۱ تا ۴۵-۱۱ تقریر مبارکہ نیر صاحبہ

نماز ظہر و عصر

دوسرا اجلاس

۴۵-۱ تا ۰۰-۲ تلاوت قرآن کریم و نظم - مکرمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ امۃ المالک راولپنڈی

۰۰-۲ تا ۱۵-۲ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد۔ سیدہ حمیدہ بانو صاحبہ لائلپور

احمدی اخبارات میں مصباح کا درجہ - مکرمہ امۃ الرشید شوکت صاحبہ مدیرہ رسالہ مصباح

۱۵-۲ تا ۳۰-۲ اسلام اور دیگر مذاہب - امۃ القدوس صاحبہ فورتھ ایئر جامعہ نصرت ربوہ

۳۰-۲ تا ۴۵-۲ وفات مسیح - مبارکہ انجم صاحبہ بی اے۔ بی ٹی

۴۵-۲ تا ۲۰-۳ عقائد احمدیت پر اعتراضات کے جوابات - مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری از جلسہ گاہ مردانہ

دوسرا دن ۲۷ دسمبر بروز منگل

پہلا اجلاس

۱۵-۹ تا ۳۰-۹ تلاوت قرآن کریم و نظم

۳۰-۹ تا ۱۵-۱۰ سیرت نبوی ﷺ احادیث کی روشنی میں - سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب از جلسہ گاہ مردانہ

۱۵-۱۰ تا ۱۵-۱۱ ذکر حبیب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے از جلسہ گاہ مردانہ

۱۵-۱۱ تا ۰۰-۱۲ تقریر - سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ - صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

نماز ظہر و عصر

دوسرا اجلاس

۴۵-۱ تا ۰۰-۲ تلاوت قرآن کریم

۰۰-۲ تا ۴۵-۲ وقف جدید کی اہمیت - صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

۴۵-۲ تا ۵۵-۲ نظم

۵۵-۲ تا ۲۰-۳ مسلمان عورتوں کے فضائل - امۃ المجید صاحبہ ایم اے منٹگمری

۲۰-۳ تا ۴۵-۳ جلسہ سالانہ کی اہمیت - امۃ المالک صاحبہ بی اے - راولپنڈی

۴۵-۳ تا ۰۰-۴ دعا بیگم شفیع صاحبہ

تیسرا دن ۲۸ دسمبر بروز بدھ

پہلا اجلاس

۱۵-۹ تا ۳۰-۹ تلاوت قرآن کریم و نظم

۳۰-۹ تا ۵۰-۹ جنت و دوزخ کی حقیقت - سیدہ مہر آپا صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۵۰-۹ تا ۱۵-۱۰ جماعت احمدیہ اور اس کے قیام کی غرض - امۃ الرشید فضل الٰہی سیکنڈ ایئر جامعہ نصرت ربوہ

۱۵-۱۰ تا ۱۵-۱۱ افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ - مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب از جلسہ گاہ مردانہ

۲۰-۱۱ تا ۵۰-۱۱ پردہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب

نماز ظہر و عصر

دوسرا اجلاس

۱ - ۲ تقریر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

غزوۂ بدر کی روحانی اقدار

اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو کیوں یوم الفرقان قرار دیا؟

از مکرم میاں عطاء اللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی

غزوۂ بدر میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی غیرت نے دشمنان حق کی جڑیں کاٹ ڈالیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسی محبت کا مظاہرہ کیا جس نے گویا ان کی سرشت میں سے گناہ کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں۔ اور انہیں [illegible] ایمان و یقین عطا فرمایا

میں اس مضمون میں غزوۂ بدر کے سیاسی نتائج کے متعلق کچھ عرض نہیں کر رہا۔ بلکہ اس کی روحانی اقدار اپنے فہم کے مطابق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو یوم الفرقان قرار دیا ہے۔ اور اس کی غرض احقاق حق اور قطع دابر کافرین بیان فرمائی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ احقاق حق کس طرح ہوا۔ اور اس میں قطع دابر کافرین کا اصل سبب کیا تھا۔ اور یہ دن یوم الفرقان کیوں قرار دیا گیا اور کیا یہ اسباب مادی تھے یا کوئی روحانی اسباب کارفرما تھے؟

یہ امر قابل توجہ ہے کہ لڑائی کے لحاظ سے تین سو تیرہ افراد کی ایک طرف اور ایک ہزار کی دوسری طرف کی لڑائی دیگر جنگوں کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اگر محض تعداد اور سامان جنگ پر نگاہ ڈالی جائے۔ تو یہ جنگ، جنگ کہلانے کے بھی قابل نظر نہیں آتی۔ کہتے ہیں کہ مہابھارت کی جنگ میں اٹھارہ لاکھ آدمیوں نے حصہ لیا تھا۔ یہ جنگ بھی ایک مذہبی جنگ تھی اس میں رتھیں تیر و سنان نیزے تلواریں اور سدرشن چکر استعمال ہوئے۔ لیکن اس جنگ میں تو سارے مسلمانوں کے پاس تلواریں بھی نہ تھیں۔ تیر و کمان بھی کسی کسی کے پاس تھے پس اس جنگ کو جو اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کی وجہ صرف مستقبل کے فاتحانہ نتائج ہی تھے۔ بلکہ اس کے اندر ایسے روحانی اسباب کام کر رہے تھے۔ جن میں سے دیکھنے والے کو خدا تعالیٰ کا چہرہ نظر آ سکتا تھا۔ اور انہی امور کو بیان کرنے کے لئے یہ سطور لکھی جا رہی ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوائے رسالت سے کے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور تین سال تک مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے لئے عرصہ حیات اس درجہ تنگ کیا گیا۔ اور ان پر وہ مظالم توڑے گئے۔ کہ ان کی کوئی حد نہ رہی۔ قرآن مجید کی آیت

مستهم البأساء والضراء وزلزلوا

میں انہیں کی زندگی کا نقشہ پیش کیا گیا تھا۔ آخر خدا تعالیٰ نے اپنی میزان انصاف پر مسلمانوں کی بے کسی اور کفار کے مظالم کو تولا تو آسمان سے یہ اعلان عام فرمایا:

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر

یعنی مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دو وجوہات کی بناء پر دی جاتی ہے۔

اول۔ یقاتلون یعنی وہ خود لڑنا نہیں چاہتے لیکن ان پر جنگ ٹھونسی جا رہی ہے۔

دوم۔ بانهم ظلموا یعنی وہ بے حد مظلوم ہیں۔

ان کو یہ اجازت اس لئے نہیں دی گئی۔ کہ ان میں اب لڑنے کی سکت آ گئی ہے۔ ان کی حالت زار کو بانهم ظلموا کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے یعنی بلا سبب ان کو مارا جاتا ہے۔ اور وہ اپنی بے کسی اور بے بسی کی وجہ سے سب ظلم سہنے پر مجبور ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا بے کس گروہ اپنی قوت و طاقت سے دشمن پر غلبہ نہیں پا سکتا سوائے اس کے کہ ان کی مدد کو کوئی بڑا ہی طاقتور وجود آ جائے۔ اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے

ان الله علی نصرهم لقدیر

میں بیان فرمائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی نصرت کے لئے بڑی قدرت نمائی فرمائے گا پس اذن جنگ کے بعد جو پہلا معرکہ بے کس مسلمانوں اور طاقت سے بھرے ہوئے کفار میں پیش آیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جو چیز ثابت کرنا تھی۔ وہ یہی تھی کہ وہ مسلمانوں کی نصرت کے لئے بڑی ہی قدرت رکھتا ہے۔ یہ ایک دعوے تھا جسے اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں اس شان سے ثابت کیا کہ ہر صاحب بصیرت انسان اس حقیقت کو دیکھ لیتا اور محسوس کر لیتا ہے۔ اب میں اس دعوے کے ثبوت کے لئے بعض امور پیش کرتا ہوں۔

پہلی بات اس سلسلہ میں قابل گزارش یہ ہے کہ اگر اسباب کے مقابلے میں اسباب ہی کے ذریعے سے کوئی نتیجہ برآمد ہوتا تو دیکھنے والے کہہ سکتے تھے۔ کہ نصرت و تائید الٰہی کا دعوے صرف ایک دعوے ہے۔ ورنہ کامیابی کا سبب اسباب تھے۔ لیکن اگر یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جائے۔ کہ اسباب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی براہ راست قدرت نمائی اس کامیابی کا اصل سبب ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا دعوے

ان الله علی نصرهم لقدیر

ثابت ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا پیارا ارشاد فرمایا ہے ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

معرکہ بدر کے روز خدا تعالیٰ نے اس نبی امی کے امی مومنوں پر اپنی چہرہ نمائی کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اسباب کے واسطے کو اس طرح درمیان سے ہٹا دیا تھا کہ کسی کو یہ شبہ بھی نہ گزر سکتا تھا کہ ان کی کامیابی کا ذریعہ اسباب ہیں۔

احباب غور فرمائیں کہ جنگ کے لئے پہلی چیز لڑنے والوں کی تعداد ہے اور ظاہر ہے کہ اس جنگ میں صحابہؓ کی کل تعداد تین سو دس سے کچھ اوپر تھی۔ اور ان میں سے مہاجرین کی تعداد ۶۴ تھی۔ اور باقی انصار تھے۔ ان میں سے بھی ایک تعداد بالکل نوعمر بچوں کی تھی حضرت معاذ اور معوذ جنہیں سرخیل کفار ابوجہل کے قتل کی سعادت نصیب ہوئی دونوں ہی بالکل نوعمر جوان تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی عمیر کو تو دیگر بچوں کے ساتھ واپسی کا حکم دے ہی دیا گیا تھا۔ لیکن آپ کی شمولیت کے وفور شوق نے کچھ ایسا اثر کیا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی۔ اور آپ کے شوق شہادت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ انہیں کسی معمولی فرض کی ادائیگی میں نہیں لگے بلکہ آگے بڑھ کر دشمنوں سے اس طرح لڑے کہ وہیں جام شہادت نوش فرمایا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

پھر یہ تین سو تیرہ جانباز کسی سامان جنگ سے آراستہ نہ تھے ان میں سے

(۱) بہتوں کے پاس نہ تلواریں تھیں نہ تیر کمان۔ ساری فوج میں زرہ بکتر والے صرف چھ آدمی تھے۔

(۲) اس زمانے کی سواری گھوڑے اور اونٹ تھے۔ اس کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کی حالت نہایت زار تھی۔ کل ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ خود سردار لشکر سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی کوئی علیحدہ سواری نہ تھی۔

(۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہؓ کے دل حلاوت ایمان سے پر تھے۔ اور وہ خدا تعالیٰ پر توکل اور یقین کی منزلیں بڑی حد تک طے کر چکے تھے۔ لیکن ان کی قوت فہم و ادراک کچھ کم تیز نہ تھی۔ انہیں علم ہو چکا تھا۔ کہ قریش ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ اور ہر قسم کے سامان سے لیس مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے آئے ہیں۔ اور مسلمان ابھی بے حد کمزور اور بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ بیان فرمایا۔ کہ

اخرجك ربك من بيتك بالحق وان فريقا من المؤمنين لكارهون

تمام صحابہؓ کو یہ یقین تھا۔ کہ حق و انصاف ہمارے ساتھ ہے اور ہم مظلوم ہیں۔ لیکن مومنین کی کراہت ظاہری سامانوں ہی کی وجہ سے تھی۔ اور انہوں نے اس سے قبل خدا کی نصرت کا کوئی ایسا بے حجاب اجتماعی نظارہ نہیں دیکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تائید کے لئے اس طرح بھی پہنچا کرتا ہے۔ اس لئے اس جنگ کے لئے نکلنے کا فیصلہ انہیں بالبداہت نادرست معلوم ہوتا تھا۔ ہر چند یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وهم ینظرون کی آیت ہماری جماعت کے نقطۂ نگاہ کے مطابق کفار ہی سے متعلق ہے لیکن اس سے پہلے کی آیت کو بدر کے غازیوں ہی پر چسپاں کیا جاتا رہا ہے

چنانچہ علامہ شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد اول میں اسے صحابہؓ ہی کے متعلق سمجھا ہے اور اس کے معنی یہ بھی کئے جا سکتے ہیں کہ انہیں مسلمانوں کے حق پر ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا بلکہ یہ حق ان پر کھل چکا تھا۔ لیکن وہ اسباب کے لحاظ سے اس مقابلے کو کانما یساقون الی الموت کا مصداق سمجھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اگر کوئی شخص اسباب پر نگاہ ڈالے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدری غازی موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ ہمیں اس بحث میں نہیں پڑنا کہ اس قافلہ ابوسفیان اور لشکر ابوجہل دونوں کے متعلق مدینہ منورہ ہی میں علم ہو گیا تھا۔ یا بعد میں علم ہوا تھا۔ بہرکیف اس ایک ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں آنا جن میں سے ہر ایک سر سے پاؤں تک لوہے میں چھپا ہوا تھا جن کے پاس بہترین تلواریں، بہترین نیزے اور بہترین تیر کمانیں تھیں اور جن کے پاس سات سو اونٹ اور دو کے مقابلے میں سو گھوڑے تھے اور جو سارے کے سارے عرب کے بہترین جنگجو اور بہادر قریشی قوم کے افراد تھے اور جو انصار کے مقابلہ میں آنا اپنی ہتک سمجھتے تھے اور جو فنون سپاہ گری کے اپنے آپ کو ماہر سمجھتے تھے۔ بلاشبہ یہ اقدام بلا کے منہ میں جانے کے مترادف تھا۔ ایسی حالت میں لشکر کی بحیثیت مجموعی حوصلہ مندی قطعاً اسباب کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ان سب کی نگاہیں آسمان کے ان دروازوں کی طرف لگ رہی تھیں جہاں سے ان پر نصرت اور تائید الٰہی نازل ہو رہی تھی۔ اور تو اور خود سردار پاک سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمام شب گریہ و ابتہال و تضرع میں لگے رہے یہاں تک کہ یہ بھی فرمایا کہ

اللّٰھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ لن تعبد فی الارض ابداً۔

احباب غور فرمائیں کہ عام جنگوں میں جب لشکر کی حوصلہ مندی کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ لشکر کے سپاہی اپنے آپ کو فن جنگ لیڈرشپ اور جانبازی کی روح کے لحاظ سے مقابل کی فوج سے افضل سمجھتے ہیں۔ کہاں صحابہؓ کے دلوں میں ایک چیز تو یقیناً ہزار درجہ دوسروں سے زیادہ موجود تھی اور وہ یہ کہ وہ خدا کی راہ میں جان پر کھیل کر اپنے پیدا کرنے والے کو راضی کر لیں گے اور وہ کسی حالت میں بھی پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہ تھی کہ وہ دشمن سے بہتر لڑنے والے اور بہتر سامانوں سے آراستہ اور تعداد میں زیادہ تھے۔ غرض صحابہؓ کی اس فوج کی حوصلہ مندی کسی اور ہی خمیر مایہ سے اٹھائی گئی تھی۔ ورنہ اسباب کے لحاظ سے ان کے حوصلے لشکر کفار کے مقابلہ میں بڑھے ہوئے نہ تھے۔ پس اس لحاظ سے بھی جو نشہ کفار کے سروں میں تھا وہ صحابہؓ میں موجود نہ تھا۔

(۷) میدان کارزار کے لحاظ سے صحابہؓ نے جو جگہ حاصل کی وہ بمقابلہ لشکر کفار کے بہت ناقص تھی۔ اس طرف ریتلی زمین تھی اور لڑنے والوں کے پاؤں ریت میں دھنستے تھے۔ ایک صحابی حباب بن منذرؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا یہ جگہ الہام الٰہی کی بناء پر منتخب کی گئی ہے یا تدبیر جنگ کے لحاظ سے ایسا کیا گیا ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ الہام الٰہی سے ایسا نہیں کیا گیا ہے۔ ان کے ذہن میں اگر کچھ ہو تو بتائیں۔ چنانچہ حضرت حباب نے عرض کیا کہ آگے بڑھ کر پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیا جائے۔ اگر خدا کی نصرت و تائید بارش بن کر نہ آتی تو یہ میدان صحابہؓ کے لئے زنجیر پا بن جاتا۔ اب اس سامان کی پہلے کون خبر رکھتا تھا کہ عین وقت پر اس کمزور گروہ کی مدد کے لئے آسمان رحمت کی بارش برسائیگا اور وہی ریتلی جگہ پختہ ہو جائے گی اور یہ پانی صحابہؓ حوض بنا کر جمع کر لیں گے اور ادھر یہی پانی دشمن کے لئے کیچڑ بن جائے گا۔ اور ان کے پاؤں پھسلیں گے۔ غرض اس لحاظ سے بھی صحابہؓ کا پہلو کمزور اور دشمن کا پہلو بھاری تھا۔

ایک اور بات اس سلسلہ میں قابل غور ہے کہ ایک جرنیل جب اپنی تعداد کو دشمن کے مقابلے میں تھوڑی دیکھتا ہے تو وہ ہر طرف سے قابل اعتماد کمک حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بدر کا مقام مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ دونوں جگہوں سے فاصلہ کے لحاظ سے مدینہ منورہ سے قریب تر تھا اور مکہ مکرمہ سے دور تر۔

اس مرحلہ پر حضرت سعد بن معاذ کی گذارش جو آپ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سائبان کھڑا کرنے اور اس کے پاس سواری باندھنے کے بعد کی قابل ذکر ہے آپ نے فرمایا "یا رسول اللہ آپ اس سائبان میں تشریف رکھیں اور ہم اللہ کا نام لے کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر خدا نے ہمیں فتح دی تو یہ ہماری آرزو ہے لیکن اگر خدانخواستہ معاملہ دگرگوں ہو تو آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر جس طرح بھی ہو مدینہ پہنچ جائیں۔ وہاں ہمارے ایسے بھائی بند موجود ہیں جو محبت و اخلاص میں ہم سے کم نہیں ہیں لیکن چونکہ ان کو یہ خیال نہیں تھا کہ اس مہم میں جنگ پیش آ جائے گی۔ اس لئے وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے ورنہ وہ ہرگز پیچھے نہ رہتے۔ لیکن جب انہیں حالات کا علم ہو گا تو وہ آپؐ کی حفاظت میں جان لڑا دینے سے دریغ نہ کریں گے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک کافی تعداد مخلص و وفادار صحابہؓ کی موجود تھی۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلانے کیلئے کسی قاصد کو نہیں بھیجا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایسا نہ کرنا صرف اسی حکمت کے ماتحت تھا کہ اسباب غالب نہ آ جائیں۔ پھر رستے میں دو جنگجو مشرک حاضر ہوئے اور انہوں نے پورے زور سے حضورؐ کی قیادت میں جنگ کرنے کی پیشکش کی۔ لیکن حضورؐ نے یہ کہہ کر ان کی پیشکش کو مسترد فرما دیا کہ ہم مشرکین سے کوئی مدد لینا نہیں چاہتے۔ اسی طرح دو مسلم سپاہی جو عہد کر کے چھوٹ کر آئے تھے کہ وہ جنگ میں حصہ نہ لیں گے۔ انہوں نے عرض بھی کی کہ وہ عہد جبر کے ماتحت تھا لیکن حضورؐ نے انہیں بھی شامل جنگ ہونے کی اجازت نہ دی۔ ان امور سے ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اس جنگ میں خالصتاً ان اللہ علی نصرھم لقدیر پر تھی اور حضورؐ صحابہؓ کو ایک عجائب نظارہ قدرت الٰہی دکھانا چاہتے تھے اور ان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے نور یقین سے بھر دینا چاہتے تھے۔ جنگ سے پہلے حضورؐ کا کچھ کنکریاں اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکنا کوئی تدبیر جنگ نہ تھی۔ یہ کوئی ایسا حربہ نہ تھا جو کفار نہ استعمال کر سکتے تھے لیکن ان کنکریوں کا تیروں سے بھی زیادہ مہلک بن جانا خدا تعالے کی قدرت کا ایک نہایت ہی بے پردہ نشان تھا۔ اس لئے خدا تعالے نے فرمایا ما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی۔ پس سب سے بڑا سبق جو مسلمانوں کو اس جنگ میں دیا گیا اور جس نے ان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا وہ تھا کہ ان کی نگاہیں اسباب سے اٹھ گئیں اور ایک قادر و قیوم خدا کے ہاتھ سے ان کے ہاتھ مل گئے۔ پس اس غزوہ کی پہلی روحانی قدر یہ ہے کہ خدا تعالے اسباب کو کم کر کے اور کامیابی کو قطعی طور پر یقینی بنا کر مومنوں کو اپنی طرف جھکاتا ہے اور ان کی انابت و تضرع کے نتیجہ میں اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔

دوسری قدر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یا جماعت حق کے لئے لڑ رہی ہو تو خدا تعالے کی نصرت بہت جلد اس کا ساتھ دینے کے لئے نازل ہوتی ہے۔

تیسری قدر یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین کی نصرت کفر کے مقابلے میں اس شان سے کی جاتی ہے کہ خدا تعالے کا بے نقاب چہرہ نظر آنے لگتا ہے۔

چوتھی قدر یہ ہے کہ ان مشکلات و مصائب کی صورت میں جو اسباب کے رشتہ کے قطع ہونے کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ مومن کو سبق دیا گیا ہے کہ گھبراہٹ، تردد و ناپسندیدگی یا ناامیدی کا شکار نہ ہو۔ حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف کشف المحجوب میں ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کے وقت اندھیرے میں ایک سڑک پر گزر رہے تھے کہ ایک اندھے کنوئیں میں گر گئے۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ مدد کے لئے آواز دیں۔ لیکن پھر غیر اللہ کی استمداد سے گھبرا گئے۔ اور خاموش بیٹھ گئے۔ اس دوران میں ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ اس نے اس خطرناک کنوئیں کو دیکھا تو اس پر پاس کے درختوں سے لکڑی کاٹ کر چھت ڈال دی۔ اس وقت اس بزرگ نے جبکہ تمام امیدیں جو اسباب سے وابستہ تھیں منقطع ہو گئیں۔ دعا فرمائی اور ایک اژدہا نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ آپ نے اسے خدا تعالے کی طرف سے بھیجا ہوا سامان سمجھ کر اس کی دم مضبوطی سے پکڑ لی اور وہ اژدہا انہیں کھینچتا ہوا باہر نکال لایا۔ اس وقت انہیں الہام ہوا کہ ہم نے کتنی بڑی بلا سے آپ کو کتنی بڑی بلا کے ذریعہ نجات دی ہے۔ بعض اوقات مشکلات واقعہ میں ایک بلا کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب فتوح الغیب کے ایک مقالے میں لکھا ہے کہ انسان کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ اپنی قوت بازو سے اسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کامیابی نہ ہو تو صاحب اقبال و اقتدار لوگوں سے استمداد کرتا ہے۔ لیکن جب ان لوگوں سے بھی کام نہ بنے تو خدا کے حضور دعائیں کرتا ہے لیکن خدا تعالے ان دعاؤں کو بھی رد کر دیتا ہے۔ پھر جب بندے کی روح آستانہ الٰہی پر پانی بن کر بہہ جاتی ہے تو وہ اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ غزوہ بدر میں سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اس طرح خدا کے حضور روئے کہ وہ رونا مومنوں کے لئے احقاق حق کا باعث بنا اور انہوں نے ہزاروں ملائکہ .... کو اپنی مدد کے لئے اپنے پاس دیکھا اور حضورؐ کا وہ رونا اس طرح آگ بن کر دشمنوں کے سر پر پڑا کہ ان کے قریباً تمام سرغنے وہیں جل کر راکھ ہو گئے۔ غرض خدا کی غیرت نے دشمنوں کی جڑیں کاٹ دیں اور خدا کی محبت نے ان لڑنے والے صحابہؓ سے وہ پیار کیا کہ یہ فرما دیا اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم گویا ان بدری صحابہؓ کی سرشت میں سے گناہ کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور انہیں وہ گناہ سوز ایمان اور یقین عطا کیا کہ ان سے خدا کی رضا کے سوا کوئی فعل ہو ہی نہ سکتا تھا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

جماعت احمدیہ کے مرکزی تعلیمی ادارے اور ان کی چند اہم خصوصیات

(از مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ)

ہمارے مرکزی تعلیمی اداروں کی اصلی غرض بچوں اور بچیوں کو اسلام کا حقیقی خادم بنانا اور اسلامی تعلیم و تمدن کو رواج دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان اداروں میں کام کرنے والے اساتذہ عملاً اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے وقف ہیں۔ اور ہمارے مرکزی تعلیمی ادارے کامیابی کے ساتھ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی تعلیمی اور علمی ترقی ایک مسلّمہ حقیقت بن چکی ہے جماعت میں تعلیم یافتہ طبقہ کی اوسط فیصد اپنی تعداد کی نسبت سے بہت خوش کن ہے۔ عورتوں میں بالخصوص یہ نسبت بہت ہی اچھی ہے مرکز سلسلہ میں تو شاید ہی کوئی ایسی عورت ہو جو معروف معنوں میں تعلیم یافتہ نہ ہو۔ ذیل میں مرکزی تعلیمی اداروں کے متعلق بعض کوائف بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ احباب کو اندازہ ہو سکے کہ یہ ادارے جن پر ہمارے بجٹ کا خاصہ حصہ صرف ہوتا ہے کس حد تک اپنے مقاصد اور قیام کی اغراض کو پورا کر رہے ہیں۔

زنانہ ادارے

نصرت گرلز ہائی سکول

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد مبارک میں ۳۱-۱۹۳۰ء میں مدرسۃ البنات (نصرت گرلز سکول) کی ابتدائی جماعتیں پہلی مرتبہ میٹرک کے امتحان میں شامل ہوئیں۔ ایک دو سال میں ہی میٹرک کی طالبات کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ ان دنوں ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب مرحوم وائس چانسلر علیگڑھ یونیورسٹی نے ایک ملاقات میں اس ترقی پر حضور کو مبارکباد دی اور اس امر کا اظہار کیا کہ باوجود پرانا اور معروف ادارہ ہونے کے علیگڑھ سے میٹرک کے امتحان میں شامل ہونے والی طالبات کی رفتار ترقی قادیان کی مستورات کی علمی ترقی کے برابر نہیں۔ ہجرت کے بعد ربوہ میں پہنچ کر بھی اس سکول نے خاصی ترقی کی۔ چنانچہ آجکل اس سکول کی بچیوں کی تعداد محکمہ تعلیم کے چوٹی کے سکولوں کے برابر ہے۔ سکول میں لڑکوں کے سکول کی طرح طالبات کو علاوہ دنیوی تعلیم کے جس کے نتائج خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلسل عمدہ نکلتے آ رہے ہیں دینی تعلیم کا خاص انتظام موجود ہے۔

نصرت گرلز کالج

یہ کالج جس نے چند ہی سالوں میں تعلیمی دنیا میں بڑا خاص مقام بنا لیا ہے۔ حضرت سیدہ ام متین سلمہا ربہا کی ذاتی نگرانی میں نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ محترمہ فرخندہ اختر ایم اے کالج کی پرنسپل ہیں اور ان کے ساتھ کام کرنے والا زنانہ سٹاف جو بالعموم اسی کالج کی پرانی طالبات پر مشتمل ہے۔ محنت اور اخلاص سے کام کر رہا ہے اسی محنت اور دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ بورڈ اور یونیورسٹی کے نتائج کے اعتبار سے ہمارا یہ ادارہ اپنی قسم کے تمام اداروں میں ممتاز اور یکتا ہے۔ پاس ہونے والی طالبات کی اوسط فیصد نہایت بلند اور کیفیت کے لحاظ سے بھی ہر سال نتیجہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خاص شان کا حامل ہوتا ہے متعدد طالبات سرکاری وظیفہ حاصل کرتی اور بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحانوں میں امتیاز حاصل کرتی ہیں۔ کھیلوں میں بھی ہماری مستورات کا یہ کالج ممتاز ہے۔ .... چنانچہ کالج نے امسال والی بال میں چیمپین شپ حاصل کی ہے۔ کالج کے ساتھ ہوسٹل بھی ہے اور تسلی بخش انتظام موجود ہونے کی وجہ سے دوستوں کو اپنی بچیوں کی اعلیٰ تعلیم کے بارہ میں کسی قسم کی تشویش باقی نہیں رہی۔ جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے کہ ان کا مستورات کا اپنا ڈگری کالج موجود ہے جو ہر لحاظ سے باعث افتخار ہے۔ اس کالج اور جماعت احمدیہ کی علمی ترقی کا اعتراف۔ دو تین سال ہوئے نامور عالم اور ادیب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اپنے اخبار صدق لکھنؤ میں بھی کیا تھا۔ مخصوص اسلامی ماحول اور پردہ کی پابندی کے باوجود طالبات کا اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم سے مرصع ہونا یقیناً خوش قسمتی ہے۔

فضل عمر جونیئر ماڈل سکول

سیدہ حضرت ام متین صاحبہ ایم اے کی ذاتی توجہ اور تعلیمی دلچسپی صرف اعلیٰ تعلیم کی طرف ہی نہیں بلکہ ابتدائی اور بنیادی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کا بھی انہیں پورا پورا احساس ہے۔ چنانچہ چھوٹے بچوں کی عمدہ اور مثالی تعلیم کے لئے فضل عمر جونیئر ماڈل سکول کا اجراء ہو چکا ہے۔ جس میں بچوں کی عمدہ اور صاف ماحول میں صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس سکول کو اپنی عمارت کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے لجنہ اماء اللہ چندہ فراہم کر رہی ہے جماعت کی مستورات سے ان مخلص اور بیدار طبقہ سے جو اپنی اور جماعتی ضروریات پورا کرنے کا احساس رکھتا ہے۔

نصرت صنعتی سکول

معروف معنوں میں تعلیمی اور علمی اداروں کے علاوہ بچیوں کو صنعتی اور گھریلو امور میں دسترس پیدا کرنے کے مواقع بہم پہنچانے کے پروگرام کے ماتحت مرکزی لجنہ اماء اللہ ایک صنعتی ادارہ بھی چلا رہی ہے۔ جو گورنمنٹ کی طرف سے باقاعدہ منظور شدہ ہے۔ اور اس میں کامیاب ہونے والی طالبات کو محکمہ کی طرف سے سندات ملتی ہیں۔

مردانہ ادارے

تعلیم الاسلام ہائی سکول

سلسلہ کا قدیم ترین ادارہ ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی۔ اس کے قیام کی غرض جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہے تاکہ اس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فضیلت اور قرآن کی حقانیت کا علم حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اس غرض کے حصول کے لئے طلباء کو دسویں جماعت تک قرآن کریم کا ترجمہ اور اسلامی تعلیم سے روشناس کرا دیا جاتا ہے۔ اس سکول کے پرانے طلباء زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر بیرونی ممالک میں اسلام کا نام بلند کرنے والے خوش قسمت احباب میں پیش پیش رہے ہیں۔ سکول کا یہ مقصد واحد منتظمین کی نظروں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ اور اس کے حصول کی کوشش ہی ان کا نصب العین ہے۔ باایں ہمہ دنیوی تعلیم میں بہترین سکولوں سے برابری کرنا بھی سکول کا امتیازی پہلو ہے۔ دوسرا قابل ذکر کھیلوں اور دیگر مشاغل ہیں جن کا تعلق طلباء کی ہمہ پہلو ترقی سے ہے۔ یہ سکول صوبہ بھر کے ممتاز اور معروف اداروں میں شامل ہے۔ سکول کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس موجود ہے۔ جہاں حتی الوسع طلباء کی ہر طرح کی اخلاقی دینی اور تعلیمی نگرانی کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے حال ہی میں بورڈنگ ہاؤس کے ساتھ ایک وسیع مسجد جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے نام نامی پر "مسجد نور" رکھا ہے صرف کثیر سے تیار کی گئی ہے۔ میٹرک تک قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا دینا اور اسلامی لٹریچر اور احادیث سے روشناس کرا دینا اس سکول کا امتیازی نشان ہے۔ سکول کی موجودہ پوزیشن حضرت مولوی محمد الدین صاحب ناظر تعلیم کی خصوصی توجہ اور نگرانی کی رہین منت ہے جو ایک لمبے عرصہ تک اس سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج

لاہور سے جب یہ کالج ربوہ میں لانے کا پروگرام بنا اور کالج کا نقشہ اور تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اس کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے تو مجوزہ عمارت کا نقشہ اور اس کی وسعت اور پھر جماعت احمدیہ کی اپنی مالی حالت کے پیش نظر کسی شخص کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ اس قدر وسیع و عریض اور عالیشان عمارت دیکھتے ہی دیکھتے پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ اور کالج کی یہ عمارت جس پر صدر انجمن احمدیہ نے اپنی گرہ سے بہت ہی تھوڑی رقم خرچ کی ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل کی توجہ اور دلچسپی سے اور ان کی ذاتی کوششوں سے لاکھوں روپیہ کی فراہمی کے بعد تعمیر ہوئی ہے مگر دوسرے کالجوں کے مقابلہ میں نسبتاً بہت کم خرچ ہوا ہے۔ لیکن شان میں بالاتر ہے اور سلسلہ کی عمارتوں میں قابل فخر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ تین چار سال ہوئے میرے ایک غیر مبائع دوست ربوہ دیکھنے تشریف لائے۔ کالج اور اس کی ملحقہ عمارتوں کو دیکھ کر بے اختیار ہو کر کہنے لگے کہ آپ کے لئے تو قادیان سے نکلنا Blessing in disguise بن گیا ہے۔ کیونکہ جس قدر شاندار عمارتیں سلسلہ کی اپنی ملکیت میں آجکل بن رہی ہیں ویسی تو قادیان میں بھی موجود نہ تھیں۔ اعلیٰ تعمیر کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ خالص تعلیمی لحاظ سے بھی ہمارا یہ کالج خدا تعالیٰ کے فضل سے ممتاز ہے ہر سال متعدد طلباء بورڈ اور یونیورسٹی میں ناموری حاصل کرتے ہیں۔ ابھی اسی سال میڈیکل، ایف ایس سی میں اوّل اور آرٹس بورڈ میں دوم آنے والے طلباء اسی درسگاہ کے طلباء تھے کھیلوں میں جو امتیازی پوزیشن بالخصوص Rowing میں کالج کو حاصل ہے، وہ ایک روایتی امتیاز بن چکا ہے۔ باسکٹ ٹورنمنٹ کا انعقاد بھی خصوصی شہرت کا حامل ہے۔ نظم و نسق اور مخصوص سوشل

اور علمی ماحول کالج کی خصوصیات میں سے ہیں جس کا سہرا یقیناً اس کے پرنسپل محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے سر ہے۔

جامعہ احمدیہ

محترم میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کے تقرر سے جامعہ احمدیہ ایک جدید دور میں داخل ہوا ہے جس میں زندگی اور روشنی کے آثار نمایاں طور پر محسوس ہو رہے ہیں۔ فاضل باپ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فاضل بیٹے جنہیں مشرقی اور مغربی دونوں علوم سیکھنے اور بیرونی ممالک دیکھنے کا اتفاق حاصل ہے۔ توجہ سے جامعہ احمدیہ کی جدید عمارت تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے۔ اس سے اپنے اور بیگانوں کا یہ احساس کہ دینیات کا علم حاصل کرنے والے ملکی اور غیر ملکی طلباء غیر موزوں اور ادنیٰ قسم کے ماحول اور عمارت میں رہتے ہیں دور ہو جائے گا۔ اور غیر ممالک سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے والے طلباء مناسب اور موزوں جگہ میں جو ان کی شایانِ شان ہوگی اطمینان سے قیام کر سکیں گے۔

جامعہ احمدیہ میں طلباء کو دیگر ملکی دینی مدارس کے برعکس مروجہ اور مغربی تعلیم اور جدید طریقہ تعلیم کے مطابق تیار کیا جا رہا ہے اور طلباء کے لئے علمی اور تعلیمی مشاغل عام کئے جا رہے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ صرف ہم قادیان اور ربوہ سے ہی بیرون ممالک میں مبلغ بھیجا کرتے تھے۔ لیکن اب خدا تعالیٰ کے فضل سے زیادہ موثر اور مفید پروگرام کو اپنایا جا رہا ہے خود بیرونی ممالک افریقہ۔ انڈونیشیا وغیرہ سے جماعتیں مرکز میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلباء کو بھیجتی ہیں جو یہاں سے عربی اور اردو کی تعلیم حاصل کر کے جس میں اسلام اور سلسلہ احمدیہ کا بیشتر لٹریچر ہے۔ اپنے اپنے ملک میں واپس جا کر تبلیغ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں خاص طور پر بیرونی ممالک میں تبلیغ اور غیر ملکی زبانوں کا تجربہ رکھنے والے اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے جس کا انتظام ہو رہا ہے۔ اور امید ہے انشاء اللہ یہ ادارہ تبلیغی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے گا

مشترک خصوصیات

ہمارے ان تعلیمی اداروں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض امور مشترک ہیں۔ جن کے حصول کی کوشش سے کوئی ادارہ بھی غافل نہیں۔ ہمارے مرکزی تعلیمی اداروں کی اصل غرض بچوں اور بچیوں کو اسلام کا حقیقی خادم بنانا اور اسلامی تعلیم و تمدن کو رواج دینا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان اداروں میں کام کرنے والے اساتذہ عملاً اس غرض کو پورا کرنے کے لئے وقف ہیں مغربیت کے مسموم اثر اور غیر اسلامی تمدن سے بچانا ہمارا پروگرام ہے اور اسلامی ماحول اور اسلامی اصطلاحیں رائج کرنا ہمارا مقصود ہے۔ ناولوں سے پرہیز اور اس کی بجائے حَسْبُنَا اور بَارَكَ اللّٰه کہنا۔ سر پر ٹوپی رکھنا وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔ گویا حتی المقدور یہ مرکزی ادارے اپنے مقاصد کی تکمیل میں کوشاں ہیں۔

احباب کا فرض ہے کہ ان درسگاہوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی تحریک کریں کہ وہ ان درسگاہوں میں اپنے بچوں کو داخل کروائیں تاکہ ہم سب مل کر مشترک مقصد حاصل کر سکیں۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت

(خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی واقف زندگی)

دنیا والے مادیت کے غلبہ کے باعث خدا تعالےٰ کی قدرتوں اور حکمتوں کا انکار کر بھی دیں لیکن ایک مومن بھلا کیونکر انکار کرسکتا ہے جبکہ اس نے ایک دفعہ نہیں ہزاروں بار قدرت خداوندی کے عجیب در عجیب ایمان افروز کرشموں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ جس کے بعد وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت

(۱)

آج سے چودہ سو برس قبل جب سرزمین عرب پر ہر چہار اطراف تاریکی و ظلمت کے خطرناک بادل چھائے ہوئے تھے اور کفر و الحاد کا شکار ہونے کی وجہ سے اہل عرب نے لات و منات اور ہبل ایسے معبودانِ باطلہ کو الوہیت کا مقام دے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ کعبۃ اللہ پر بھی ۳۶۰ بتوں کا تسلط تھا۔ اور انسان خلافِ انسانیت حرکات و افعال کا مرتکب ہو رہا تھا۔ اسے اس امر کا بھی پتہ نہ تھا کہ اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کیا ہوتے ہیں گویا سارا عرب وحشت و بربریت کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ اور جگہ بجگہ خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی ایسے پر آشوب زمانہ میں غیرت خداوندی نے جوش مارا اور عرب کا ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کی کایا پلٹ دینے کے لئے اللہ تعالےٰ نے نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرما دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس آمد سے باطل پرستوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ ہم تو چاہتے تھے کہ عرب کی ساری دنیا ہی بتوں کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لے اور اس طرح انبیاء علیہم السلام کے روحانی مشن کو نقصان پہنچے۔ مگر یہ کیا ہوا کہ ماحیٔ شرک و بدعت اور توحید کے سب سے بڑے علمبردار کا ظہور ہو گیا۔ اس خیال کا ان کے دل میں آنا تھا کہ عرب کے قبائل اسلام کی صداقت بھری آواز کو مٹانے کے لئے میدان عمل میں نکل کھڑے ہوئے خصوصاً اہلِ مکہ نے ہمارے مقدس آقا حضرت محمدؐ عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ پر وہ وہ مظالم ڈھانے شروع کر دئیے کہ جنہیں دیکھ کر زمین و آسمان پر بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ آخر جور و ستم سے تنگ آکر خدا تعالیٰ کے مقدس رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی لیکن آسمان پر مقدر ہو چکا تھا کہ جس مقدس وطن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہایت بے دردی سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نہایت جاہ و جلال کے ساتھ فاتحانہ صورت میں دس ہزار قدوسیوں سمیت داخل ہوں سو ایسا ہی ہوا۔

فتح مکہ کا دن کیا تھا گویا مسلمانوں کے لئے خوشی و شادمانی کو ساتھ لانے والی عید کا مبارک دن تھا۔ اور یہ ایک ایسا یوم الفرقان تھا کہ جس نے جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا روحانی منظر اپنی کمال شان کے ساتھ دکھایا اور اہل ایمان نے پھر ایک دفعہ یہ نعرہ بلند کیا کہ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت

حضرت رسول پاک محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حیات اور خلافت راشدہ کے عہد سعادت میں کفار عرب نے توحید پرست مسلمانوں سے متعدد جنگیں لڑیں۔ ان عظیم معرکوں میں مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابل نہایت قلیل ہوتی رہی اور ویسے بھی مسلمان ظاہری ساز و سامان سے تقریباً تہیدست ہوتے رہے۔ لیکن چونکہ آسمانی تائید و نصرت حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے مقدس صحابہؓ کو حاصل تھی اور ملائکۃ اللہ اہل ایمان کا ہر آن ساتھ دیتے رہے۔ اس لئے قلیل عرصہ میں ہی حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہو گیا۔ ہر میدان میں توحید پرست مسلمان فاتح بنے اور ان کے دشمن مفتوح اور ابھی کوئی زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ روم، ایران، شام اور مصر وغیرہ ممالک پر مسلمان چھا گئے اور ان ملکوں کے باشندوں نے اسلام کا روحانی سکہ تسلیم کر لیا۔

ایسے حالات کی موجودگی میں بھلا بیت اللہ میں بتوں کی حکومت کہاں اور کیسے رہ سکتی تھی۔ اور عرب کی قوموں میں وحشت کیونکر اپنا داسن پھیلا سکتی تھی۔

اسلام کے دورِ اقبال اور روحانی غلبہ کے زمانہ میں عرب تو عرب دنیا ہی کی کایا پلٹ گئی اور آدم کے بیٹے ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں توحید خداوندی کے عاشقوں کی صف میں آشامل ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے ایمان افروز حالات پیدا کر کے ایک دفعہ پھر حق پرستوں کو یہ مبارک موقع دیا کہ وہ صدا بلند کر سکیں کہ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت

(۲)

اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ کے درمیانی زمانہ میں مسلمانوں کی اصلاح اور تجدید دین کے لئے ابوداؤد کی حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق برگزیدہ مصلحین کی آمد کا سلسلہ جاری فرمایا جنہیں مجدد دین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان ربانی لوگوں نے اپنی روحانی استعداد اور خداداد قابلیت کے مطابق تجدید دین اور احیائے ملت کے کام کو کمال ہمت سے سرانجام دیا۔ لیکن آسمانی پیشگوئیوں میں بتایا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں جو مسیح موعودؑ کی بعثت کا زمانہ تھا خدا تعالےٰ کے دین پر چاروں طرف سے کفر و الحاد کی فوجیں حملہ آور ہو جائیں گی۔ اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اغیار کی طرف سے یہ مشہور کیا جائے گا کہ اسلام اپنے عہد اولیں میں تلوار سے پھیلا تھا اور اس کی اشاعت کے لئے مسلمانوں نے دیگر قوموں پر جبر و تشدد روا رکھا تھا جب ایسا خطرناک زمانہ آیا اور دشمنان اسلام نے یہ مکروہ اور دور از حقیقت پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ اسلام کی فتوحات گذشتہ صدیوں میں تلوار کی مرہونِ منت ہیں نہ کہ اپنے محاسن و کمالات اور پاکیزہ اصول و تعلیمات کی بنا پر اسلام پھیلا ہے۔ تو ایسے خطرناک حملوں کا جواب دینے اور اسلام کو دیگر دینوں پر دلائل حقہ سے غالب کر دکھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے آج سے ستر برس قبل قادیان کی مقدس بستی سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماموریت کے مقام پر کھڑا کر دیا تا یہ مردِ حق جہاں ایک طرف مسلمانوں کی روحانی تربیت و اصلاح کا کام سرانجام دے وہاں دوسری طرف اغیار دین کا روحانی مقابلہ اس رنگ میں کر سکے کہ بالآخر اسلام کے دشمن شرمندہ اور لاجواب ہو کر میدانِ مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو

"اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا"

(تریاق القلوب)

اس الٰہی خبر کے ملنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

"اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالےٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا۔ اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے۔ جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ خدا تعالےٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا سو شکر کرو اور خوشی سے اچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آگیا۔ خدائے تعالےٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں کے خون سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو۔ وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور پہنچاتا ہے۔ کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی؟ کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔ افسوس کہ تم اس دنیا کے ظاہری قانونِ قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اس روحانی قانونِ فطرت سے جو اسی کا ہم شکل ہے بکلی بے خبر ہو۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ...)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ظہور سے قبل اور تو اور خود مسلمان بھی اسلام کی آئندہ ترقی اور روحانی غلبہ سے مایوس ہو چکے تھے۔ ان کی نظر میں صرف ایک ہی حربہ کارگر سمجھا جا رہا تھا کہ امام مہدی جلد تشریف لائیں اور جمیع مسلمانانِ عالم ان کا پوری طرح ساتھ دیں اور دیگر قوموں پر یکدم دھاوا بول دیا جائے اور جو قوم کلمہ

سے مرعوب ہوکر حلقہ بگوش اسلام نہ ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ گویا جو اعتراض اسلام کو بدنام کرنے کے لئے غیر مسلم لوگوں کی طرف سے صدیوں سے کیا جا رہا تھا بجائے اس کی تردید کرنے کے اس اعتراض کو اور بھی تقویت پہنچائی گئی۔ خونی مہدی کے نظریہ کے برعکس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ آواز بلند کی ہے کہ ؎

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

اس آواز کا کانوں تک پہنچنا تھا کہ لوگ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! خدارا میری مخالفت نہ کرو۔ چند برس انتظار کرو اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ میرے ہاتھ پر کس طرح اسلام کو عظیم الشان روحانی غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اور کس قدر قومیں میرے پیش کردہ دلائل دیکھ کر اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشان اور معجزات کو دیکھ کر اسلامی صداقتوں کو تسلیم کرتی ہیں۔ لیکن افسوس کہ اسلام کے اس فدائی اور جاں نثار کی ایک نہ سنی گئی۔ بہت کم تھے جنہوں نے آپ کا ساتھ دیا اور اکثریت مخالفت پر کمربستہ ہی رہی لیکن خدا تعالیٰ کے مامورین کو تو جو حکم الٰہی ملتا ہے بہرحال اسے انہوں نے پورا کرنا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ ایک عظیم الشان کام کے لئے مامور کئے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے دنیا میں ایک حیرت انگیز روحانی انقلاب پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے آپ کا ساتھ دیا اور ہر آن خدا تعالیٰ نے آپ کو کامیابی پر کامیابی بخشی اور چند دنوں کے اندر ہی ہزاروں انسانوں کو اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر آپ کے مبارک ہاتھ پر جمع کر دیا۔ جنہوں نے میدان عمل میں ایسی ایسی عظیم الشان قربانیاں کیں اور ایمان افروز کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ جن سے فی الحقیقت مذہبی دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں ایک سلسلہ حقہ کی بنیاد ڈالی تا اس کے ذریعہ قیامت تک کے لئے اسلام کو ملل باطلہ پر غالب رکھا جائے اور اس کے ساتھ وابستہ ہونے والے لوگ ہر وقت ہی اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں رہیں۔ سو آج کسی کو علم نہیں کہ جماعت احمدیہ ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت اور روحانی غلبہ کے لئے پوری مستعدی کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ سینکڑوں احمدی ہیں جنہوں نے اپنے جوان سالہ بیٹوں کو تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر رکھا ہے جو آج اکناف عالم میں روحانی مقصد کے حصول میں کوشاں ہیں اور جن کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں گذشتہ چند برسوں میں ہزارہا انسانوں نے یورپ امریکہ اور افریقہ وغیرہ ممالک میں اسلام قبول کیا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے پاک رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کے دین اسلام سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں اور آج مختلف مقامات پر اسلام کی سرفرازی اور غلبہ کے لئے شب و روز مجاہدات کر رہے ہیں —

غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس روحانی مقصد کی تکمیل اور اشاعت کے لئے آج سے ستر برس قبل سرزمین قادیان سے کھڑا کیا تھا۔ اس میں آپ کی جماعت کو بفضلہ تعالیٰ نمایاں کامیابی حاصل ہو رہی ہے سچ ہے ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت

(۲)

آسمان پر یہ امر بھی مقدر تھا کہ ملکی حالات کچھ اس قسم کے پیدا ہوں کہ جماعت احمدیہ کو بھی قادیان سے بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کرنا پڑی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق جماعت احمدیہ نے دریائے چناب کے کنارے ایک ایسی بنجر زمین میں اپنا نیا مرکز بنانے کا پروگرام تجویز کیا جس زمین کی نسبت ہر کوئی یہ خیال کرتا تھا کہ یہ آباد ہونے سے رہی۔ لوگ دیکھتے تھے کہ جماعت احمدیہ سے قبل اس زمین کو آباد کرنے کے لئے کئی ایک سکیمیں سوچی گئیں اور بعض دانشمندوں نے قطعی طور پر اس مقام پر قیام کر کے زمین کو استعمال کے قابل بنانے کے لئے مختلف عملی تدابیر بھی اختیار کیں مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے اس وادی غیر ذی زرع کی قسمت جاگے۔ ہاں جب وقت آیا اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو بعد از ہجرت پاکستان آنا پڑا تو اس موقعہ پر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نظر انتخاب اس زمین پر پڑی جس کی صدیوں سے کبھی نہیں سنی گئی تھی۔ اب اس زمین کی قسمت کو چار چاند لگے اور اسے خدا تعالیٰ کی قدرت کا عظیم الشان نشان قرار دیئے جانے کا وقت قریب آن پہنچا۔ چنانچہ برسوں قبل کے رؤیا کے مطابق ہمارے موجودہ واجب الاطاعت امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ارشاد فرمایا کہ وہ سرزمین ربوہ میں اپنے ڈیرے ڈال دیں۔ ہماری آمد پر لوگ ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو! ان لوگوں نے تو اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے کی ٹھانی ہے وغیرہ وغیرہ۔

مگر قربان جاؤں میں اپنے مولیٰ کریم پر جو مُردوں کو زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ جس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اور جو ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

آج دیکھو ہمارے قادر و توانا خدا تعالیٰ نے کس قدر ہمیں اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازا ہے اور قادیان کی سی روحانی فضا ہمارے نئے مرکز میں پیدا کر دی ہے اور اسی طرح ربوہ سے بھی خدا تعالیٰ کی کبریائی کے پانچوں وقت نعرے بلند ہو رہے ہیں اور اسلام کی سربلندی اور روحانی غلبہ کے لئے دردِ دل سے دعائیں ہو رہی ہیں اور مجاہدین اسلام کی روحانی فوجیں تیار ہو ہو کر اکناف عالم میں پھیل چکی اور روحانی اسلحہ سے لیس ہو کر کفر کے لشکروں سے روحانی جنگ لڑ رہی ہیں جس طرح ہمارے دائمی مرکز قادیان میں سالانہ جلسہ ہوتا ہے اسی طرح ربوہ میں بھی جلسہ سالانہ ہوتا ہے۔ جس میں ایک لاکھ کے قریب پاکستان۔ ہندوستان اور دنیا کے دیگر ممالک سے احمدیت کے فرزند اپنے پیارے امام اور سلسلہ حقہ کے جید علماء کی زبانوں سے خدا تعالیٰ کی پاک کتاب (قرآن کریم) کے حقائق و معارف اور دیگر کئی قسم کے روحانی امور سننے کے لئے پروانوں کی مانند ذوق و شوق سے تشریف لاتے ہیں۔ سچ پوچھو تو جلسہ سالانہ کے مقدس ایام اپنے اندر بہت بڑی اہمیت و برکات رکھتے ہیں اور بزبان حال اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مامور کو اس دورِ ظلمت میں اسلام کی روحانی فتح اور غلبہ کے لئے مبعوث فرمایا تھا اور وہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور مقدس مامور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

اے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معزز مہمانو! جو جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے دارالہجرت ربوہ میں تشریف لا چکے یا لا رہے ہو تمہیں مبارک ہا صد مبارک ہو۔ کیونکہ تم بھی خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا ایک زندہ اور چمکتا ہوا نشان ہو۔ کیونکہ تم خدا تعالیٰ کے صادق مسیح پر ایمان لائے اور تمہاری نسبت خدا نے اپنے پیارے مسیح موعودؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ میں انہیں بڑھاؤں گا۔ اور شان و عظمت عطا کروں گا۔

جلسہ سالانہ کے مبارک ایام دعاؤں کی قبولیت کے ایام ہوتے ہیں۔ علاوہ اور دعاؤں کے آؤ ہم یہ بھی دعا کریں کہ اے مولیٰ کریم! ہمارے مقدس امام ہاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر محمود کو اپنے فضل و کرم سے جلد تر صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرما تاکہ حضور کی قیادت میں ہم پہلے سے بھی کہیں بڑھ کر اسلام کی سربلندی کے لئے آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں۔

اے ہمارے پیارے خدا! جب تیرے مسیح کی جماعت کے ذریعے اسلام کو فتح حاصل ہو گی تو اہل ایمان کے ساتھ باقی دنیا والے بھی باواز بلند پکار اٹھیں گے کہ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین!

پروگرام جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ پاکستان ۱۹۶۰ء

پہلا دن ۲۶ دسمبر ۱۹۶۰ء بروز سوموار

پہلا اجلاس

وقت	پروگرام	
۹-۱۵ تا ۹-۴۵	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵	افتتاحی تقریر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	
۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰	اسلام اور غیر مسلم رعایا	صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج - ربوہ
۱۱-۰۰ تا ۱۱-۴۵	حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیبی موت سے بچنا اور مشرق میں ورود جدید شواہد کی روشنی میں	جناب مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔
۱۱-۴۵ تا ۱-۰۰	تیاری نماز	
۱-۰۰ تا ۱-۴۵	نماز ظہر و عصر	

دوسرا اجلاس

وقت	پروگرام	
۱-۴۵ تا ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۲-۰۰ تا ۲-۴۵	تقویٰ اللہ اور اس کے حصول کے ذرائع۔ جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودہا	
۲-۴۵ تا ۳-۳۰	عقائد احمدیت پر اعتراضات اور ان کے جوابات	جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری۔

دوسرا دن ۲۷ دسمبر ۱۹۶۰ء بروز منگل

پہلا اجلاس

وقت	پروگرام	
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۹-۳۰ تا ۱۰-۱۵	سیرت نبوی صلعم احادیث کی روشنی میں	جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور خارجہ۔
۱۰-۱۵ تا ۱۱-۱۵	ذکر حبیب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے	
۱۱-۱۵ تا ۱۲-۰۰	اسلام کا عالمگیر غلبہ	جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ بلاد عربیہ و انگلستان۔
۱۲-۰۰ تا ۱-۰۰	تیاری نماز	
۱-۰۰ تا ۱-۳۰	نماز ظہر و عصر	

دوسرا اجلاس

وقت	پروگرام	
۱-۳۰ تا ۱-۴۵	اعلانات و پیغامات	
۱-۴۵ تا ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم۔	
۲-۰۰ تا ۲-۴۵	وقف جدید کی اہمیت۔ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب۔	
۲-۴۵ تا ۳-۳۰	ختم نبوت کی دائمی برکات۔	جناب مولانا عبدالمالک خانصاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

تیسرا دن ۲۸ دسمبر ۱۹۶۰ء بروز بدھ

پہلا اجلاس

وقت	پروگرام	
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۹-۳۰ تا ۱۰-۱۵	اسلام اور نیشنلزم	جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے ہیڈ آف سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ کراچی یونیورسٹی۔
۱۰-۱۵ تا ۱۱-۱۵	افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ	جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب جج عالمی عدالت۔
۱۱-۱۵ تا ۱۲-۰۰	بہائی تحریک پر تبصرہ	جناب مولانا ابوالعطاء صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ
۱۲-۰۰ تا ۱-۰۰	تیاری نماز	
۱-۰۰ تا ۱-۳۰	نماز ظہر و عصر	

دوسرا اجلاس

وقت	پروگرام
۱-۳۰ تا ۱-۴۵	اعلانات و پیغامات
۱-۴۵ تا ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم

دو بجے تقریر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

(نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

۱۰۶

خدا تعالیٰ ——— اللہ تعالیٰ

ربّ العزّت

ہر انسان کو چاہیئے کہ ربّ العالمین کا نام ادب سے لکھے اور بولے جو شخص ارادۃً اللہ تعالیٰ کا نام ادب سے نہیں لکھتا اس کو سکون قلب نصیب نہیں ہوسکتا۔ احمدی احباب کو اس کی عادت ڈال لینی چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ۔ خدا تعالیٰ اور ربّ العزّت کہا کریں اور لکھا کریں۔

(میاں) سراج الدین

وائی۔ ایم۔ سی۔ اے بلڈنگ لاہور

روزنامہ الفضل ربوہ جلسہ سالانہ نمبر ۲۶ دسمبر ۱۹۶۲ء
سرزمین قادیان کا اوّلین دواخانہ
جسے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں قائم فرمایا
سنہ ۱۹۱۱ء سے آپکی جملہ طبّی ضروریات بہ احسن پوری کر رہا ہے
پیچیدہ سے پیچیدہ زنانہ اندرونی امراض کا بھی علاج کیا جاتا ہے
زنانہ معائنہ کا معقول انتظام ہے
قدیمی
اوّلین
شہرۂ آفاق
حبِّ اٹھرا رجسٹرڈ
فی تولہ ایک روپیہ آٹھ آنے
مکمل کورس ۱۱ تولہ ۱۳ روپے ۱۲ آنے
ہمارا اصول؟
صاف ستھرے اجزاء
دیانتدارانہ دواسازی
عمدہ پیکنگ
غریبانہ قیمت
مخلصانہ مشورہ
اور اسی اصول کے تحت سنہ ۱۹۱۱ء سے آپ کی خدمت کرتے چلے آ رہے ہیں
مقوی دماغ گولیاں
ذہنی کام کرنے والوں کی بہترین معاون
قیمت فی شیشی ایک روپیہ
دوائی خاص
زنانہ امراض کا واحد علاج
قیمت فی شیشی ۳ روپے
حبّ مفید النساء
عورتوں کی جملہ بیماریوں کی دوا
قیمت خوراک ایک ماہ ۳ روپے
حبّ مسان
سوکھے کی مجرب دوا
قیمت فی شیشی ۲ روپے
شہزین
خرابی جگر کمزوری جسم
اور اٹھرا کی دوا
قیمت ۳۲ خوراک ۶ روپے
تسہیل ولادت
پیدائش کی گھڑیوں کو آسان کرنے کی دوا
قیمت ۳ روپے
زدجامِ عشق
طاقت کی لاثانی دوا
قیمت ۶۰ گولی ۱۴ روپے
نرینہ اولاد گولیاں
سو فیصدی مجرب دوا
قیمت فی کورس ۹ روپے
تریاق خاص
نوجوانوں کی صحت کا نگہبان
۳ روپے
عرقِ نظامی
تلی بھس، خرابی جگر اور یرقان کا علاج
قیمت سولہ دن کی خوراک ۴ روپے
مقوی دندان منجن
دانتوں کی عمر اور صحت بڑھانے کے لئے
قیمت فی شیشی ۵۰ پیسے
حکیم نظام جان اینڈ سنز چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قومی اور ملکی صنعت کو فروغ دینا آپ کا اولین فرض ہے
جلسہ سالانہ کی عظیم الشان اور بابرکت تقریب
احباب جماعت کو مبارک ہو
فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
آپ کا قومی ادارہ ہے کیونکہ تحریک جدید انجمن احمدیہ نے اسے آپ کے قومی سرمایہ سے جاری کیا ہے.
لہٰذا
اسے کامیاب بنانے کی ذمہ واری ہر احمدی پر عاید ہوتی ہے. تاجر احباب کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے
ہمارے آقا
سیّدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود نے بھی احباب جماعت کو اس ادارہ کی مصنوعات کو خریدنے
اور ان کو فروغ دینے کی طرف کئی بار توجہ دلائی ہے.
حضور فرماتے ہیں کہ "ایک طریق چندہ بڑھانے کا یہ بھی ہے کہ دوست سلسلہ کے اداروں کی مصنوعات خریدیں! ور انکی حوصلہ افزائی
کریں...... بلکہ باہر بھی فروخت کرنے کی کوشش کریں تو اس سے سلسلہ کو کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے پھر فرمایا کہ اگر ہماری جماعت کے
لوگ توجہ کریں کہ سلسلہ کی طرف سے جو چیزیں بنتی ہیں انکو خریدیں تو بڑی ترقی ہو سکتی ہے مثلاً شائنو بوٹ پالش ہے.....
کفا ئیکس ہے...... سن شائن گرائپ واٹر ہے...... پالیکس سر درد کی دواء ہے. ڈاکٹروں
کو بھی چاہیئے کہ لے جائیں اور تجربہ کریں. اگر مفید ہوں تو سرٹیفکیٹ دیں.
جلسہ سالانہ کے ایام میں ہماری مصنوعات کا سٹال گولبازار ربوہ میں کھلا رہے گا اور مندرجہ ذیل مصنوعات آپ
وہاں سے ہر وقت حاصل فرما سکیں گے.
شائنو بوٹ پالش. نیو شائنو شاہین بوٹ پالش. کفا ئیکس (کھانسی کی دواء). سن شائن گرائپ واٹر
پالیکس (نزلہ و زکام اور درد کی دواء) شائنو ویزلین پومیڈ. شاہین ویزلین پومیڈ و شاہین
شائنو ہیئر آئلز ہر قسم.
فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسّی کتابیں بصورت سیٹ شائع ہو رہی ہیں!

ایک ہزار سیٹ میں سے

صرف ایک سَو چالیس سیٹ برائے فروخت رہ گئے ہیں

سیٹ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی چھ سات جلدیں ہوں گی۔ دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ قیمت فی جلد آٹھ روپیہ ہے۔ خریداران سیٹ کتب حضرت مسیح موعودؑ کے لئے سات روپے میں بشرطیکہ وہ تمام جلدوں کے خریدار بنیں۔

اے فرزندانِ احمدیّت!

اگر تم اسلام کو دُنیا کے تمام مذاہب پر [غال]ب کرنا چاہتے ہو۔ اور اگر تم اپنے آپ کو اور اپنے اقارب کو اور اپنی اولاد کو [ش]یطان کے حملوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام [کی کت]ب کو پڑھو۔ اور پھر پڑھو اور پھر پڑھو۔

[حض]ور فرماتے ہیں:۔

"جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے"

(سیرت المہدی حصہ سوم)

[پھر ف]رماتے ہیں:۔

"وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبّر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو۔ کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔"

پس اپنے ایمان کی مضبوطی اور اپنے اہل و عیال کو زمانہ کی زہریلی ہواؤں [سے محفو]ظ رکھنے کے لئے اور اپنے غیر احمدی رشتہ داروں اور دوستوں کی [...]ئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب خریدیں خود پڑھیں [اور دوس]روں کو پڑھنے کی تلقین کریں۔

خوشخبری

میں آپ تک یہ خوشخبری پہنچانے سے نہیں رُک سکتا۔ کہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسّی کتب کو ۲۴ جلدوں میں ایک سیٹ کی صُورت میں شائع کر رہی ہے۔ پُورے سیٹ کی قیمت ایک سَو نوّے (۱۹۰) روپے ہے جو دوست پیشگی قیمت ادا کر دیں۔ انہیں ۱۶۰ روپے میں سیٹ دیا جائے گا۔ اور جو دوست پُوری قیمت پیشگی یکمشت ادا کر دیں۔ اُن کے اسمائے گرامی اگلی جلد میں شائع کئے جائیں گے۔ اور اُن کے لئے دُعا کی تحریک کی جائے گی۔ کیونکہ مامور الٰہی کی کُتب کے سیٹ کے وہ اُس وقت خریدار بنے جبکہ دُنیا ان **رُوحانی خزائن** سے بے رغبت تھی۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ثواب کے مستحق ہوں گے۔ بالکل ممکن ہے کہ کاغذ اور دیگر سامانِ طباعت کی سخت گرانی کے پیشِ نظر سیٹ کی قیمت بڑھانی پڑے۔

سات جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ آٹھویں جلد زیر طبع ہے۔

یاد رہے کہ اس وقت ساڑھے آٹھ صد سے زیادہ خریدار ہو چکے ہیں۔ اس لئے دوستوں کو چاہیئے کہ ان **رُوحانی خزائن** کو جلد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ جلدیں پانچ سَو (۵۰۰) صفحات کے لحاظ سے شمار ہوں گی۔

اس سال کی نئی کُتب

—— مندرجہ ذیل ہیں ——

۱- **انگریزی ترجمہ قرآن مجید** ولایتی کاغذ پر مع متن۔ نہایت دیدہ زیب۔

ھدیہ دس روپے فی نسخہ

۲- سورۂ مریم کی تفسیر کبیر کے شروع میں جو دین عیسوی پر ایک مفصل تبصرہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ Did Jesus Redeem Mankind? کے نام سے شائع کروایا گیا ہے۔ قیمت فی نسخہ مجلد سوا دو روپیہ

۳- **سیر روحانی** جلد سوم جس میں تمام بقیہ تقریریں درج ہیں۔

۴- **حمامة البشریٰ** ———— دو روپیہ

۵- **تحفہ بغداد** ———— آٹھ آنے

۶- **کرامات الصادقین** ———— ایک روپیہ آٹھ آنے

۷- **قرآن مجید معرّا** متوسط سائز۔ ہدیہ پانچ روپے

۸- **قرآن مجید عکسی**۔ نہایت خوشخط۔ جسے کم نظر والے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بچوں کیلئے نہایت مفید ہے۔ ہدیہ۔ سات روپے،

الشرکۃ الاسلامیہ کی مطبوعہ کتب میں سے چیدہ کتب کی ذیل میں فہرست دیجاتی ہے جو اس وقت قابلِ فروخت ہیں:-

کُتب حضرت مسیح موعودؑ: کشتی نوح (عکسی)، اسلامی اصول کی فلاسفی۔ اعجاز احمدی۔ ایام الصلح۔ تذکرۃ الشہادتین۔ سرمہ چشم آریہ۔ آئینہ کمالاتِ اسلام۔ چشمہ معرفت۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام وغیرہ۔

کُتب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:-

سورہ کہف۔ دعوۃ الامیر۔ دیباچہ تفسیر قرآن (انگریزی زبان اُردو)۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ سیرۃ خیر الرسل۔ نبیوں کا سردار۔ مسئلہ وحی نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ (اسلامک آئیڈیالوجی)۔ سیر روحانی جلد اوّل و دوم۔ ذکر الٰہی۔ تقدیر الٰہی۔ منہاج الطالبین۔ نجات۔ مسیح موعودؑ کے کارنامے۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ ہستی باری تعالیٰ۔ منصب خلافت وغیرہ موجود ہیں۔

مکمل فہرست کُتب دفتر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ سے مُفت طلب فرمائیں

تفسیرِ کبیر

—— مؤلّفہ ——

حضرت مُصلح موعُود ایدہ اللہ تعالیٰ

تفسیر کبیر میں قرآن مجید کے مشکل مقامات کا حل جس آسان پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے اور کلام اللہ کے جو حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی نظیر متقدمین کی تفاسیر میں تلاش کرنا بےسود ہے۔ اس بےنظیر تفسیر کی جو جلدیں نایاب ہو چکی ہیں۔ وہ اب کسی قیمت پر نہیں ملتیں۔ بعض وقت ایسی درخواستیں بھی ہمارے پاس آتی ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ جس قیمت پر بھی مل سکے فلاں جلد ہمارے لئے مہیا کریں۔ مگر وہ نہیں ملتیں پس تفسیر کبیر کی جو جلدیں اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہم دوستوں کو مشورہ دیتے ہیں۔ کہ قبل اس کے وہ نایاب ہو جائیں، انہیں فوراً حاصل کرنے کی کوشش کریں؛

۱- تفسیرِ کبیر جلد چہارم

سورۂ مریم۔ سورۂ طٰہٰ۔ اور سورۂ انبیاء پر مشتمل ہے۔ — ہدیہ فی جلد آٹھ روپے

۲- تفسیرِ کبیر جلد پنجم حصہ اوّل

سورۂ حج۔ سورۂ مومنون اور سورۂ نور پر مشتمل ہے۔ — ہدیہ فی جلد سات روپے

۳- تفسیرِ کبیر جلد پنجم حصہ دوم

سورۂ الفرقان اور سورۂ الشعراء پر مشتمل ہے۔ — ہدیہ فی جلد دس روپے

۴- تفسیرِ کبیر جلد پنجم حصہ سوم

یہ جلد اس سال شائع ہوئی ہے۔ سورۃ النمل۔ سورۃ القصص اور سورۃ العنکبوت پر مشتمل ہے — ہدیہ فی جلد آٹھ روپے

۵- تفسیرِ کبیر جلد ششم حصہ سوم

سورۃ العادیات تا سورۃ الکوثر۔ چونکہ اس کی تعداد تھوڑی رہ گئی ہے۔ اس لئے احباب کو فوراً خرید لینی چاہیئے — ہدیہ فی جلد سات روپے

۶- تفسیرِ کبیر جلد ششم حصہ آخر

قرآن مجید کی آخری سورتوں کی تفسیر — ہدیہ فی جلد ۴/۴/ روپے

جلال الدین شمس

چیئرمین و منیجنگ ڈائرکٹر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ گول بازار ربوہ ضلع جھنگ پاکستان۔

109

ضمیمہ اخبار الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۰ء
۵۰
۴۸
قائم شدہ ۱۹۵۶ء
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ کے مفید اور مجرب زود اثر مرکبات
قابل رشک صحت اور طاقت
قرصِ نور
طبِ یونانی کی مایہ ناز دریافت کا لاثانی مرکب
کمزوری خواہ کسی سبب سے ہو یا کتنی ہی دیرینہ
جملہ شکایات ضعف دل و دماغ ۔ دل کی دھڑکن، پیشاب
کی کثرت، کمزوری مثانہ، چہرہ کی زردی اور عام جسمانی
کمزوری کا بفضلہ تعالیٰ یقینی زود اثر اور مستقل علاج۔
قیمت فی شیشی چار روپیہ
عمدہ حافظہ دنیا کی بہترین دولت ہے
رفیقِ دماغ
نزلہ و زکام، سر درد، نسیان، کند ذہنی اور کمی حافظہ کیلئے
نہایت مفید دوا ہے اس کے چند روزہ استعمال سے سخت دماغی
محنت کرنے سے بھی دماغ میں کمزوری اور طبیعت میں سستی یا تھکاوٹ
پیدا نہیں ہوتی، دماغی کام کرنیوالوں کیلئے بہترین نعمت ہے
مکمل کورس ایکماہ پانچ روپیہ تجربہ کیلئے ایک ہفتہ کورس ایکروپیہ آٹھ آنہ
پیامِ نور
تلی اور جگر کا بڑھ جانا
بخار، ضعف جگر، ضعف ہضم، دائمی قبض، خرابی خون
پھوڑا، پھنسی، تھم، چھائیں، درد کمر، جوڑوں
کا درد، ریحی درد، دل کی دھڑکن، کثرت
پیشاب کو دور کرکے اعصاب کو طاقتور بناتا ہے اور
قوت بخشتا ہے۔ قیمت فی بوتل چار روپیہ
دانتوں کی تمام تکالیف کا مداوا
اکسیر پائیوریا
قیمت فی شیشی ایکروپیہ چار آنہ
خون صاف کرتی، خون پیدا کرتی اور دل کو تقویت دیتی ہے
حبوب صندلین
خون کو صاف کرکے بدن کی رنگت کو نکھارتی، چہرے کے رنگ کو صاف
کرتی، خون پیدا کرتی اور دل کو تقویت دیتی ہے۔
قیمت فی شیشی ——— دو روپیہ
دانتوں کی روزانہ صفائی کے لیے تحفہ
مفید منجن
قیمت فی شیشی چھ آنے، فی درجن شیشی ایکروپیہ
حسنِ یوسف
کیل۔ مہاسوں، چھائیوں کو دور کرکے چہرہ
کی چمک چاند کی مانند
اور
رنگت گلاب کی طرح نکھر آئے گی۔
قیمت فی شیشی دو روپیہ
روحِ شفا
درد سر، پیٹ درد، کان درد، دانت درد، بدہضمی
بدہضمی، متلی اور قے وغیرہ کیلئے آب حیات ہے۔ اس کے
چند قطرے جادو نما اثر دکھاتے ہیں۔ زہریلے جانوروں
کے کاٹے پر لگا دینے سے فوراً سکون ہو جاتا ہے۔
قیمت فی شیشی آٹھ آنے
طاقت کی مشہور دوا
زدجامِ عشق
تمام اعضائے رئیسہ و شریفہ کو قوت دیتی
حرارت غریزی بڑھاتی
اور
طاقت کو بحال کرتی ہے
قیمت مکمل کورس ۱۲/ روپے علاوہ محصولڈاک
سرمہ ہمدردِ چشم
سپاری پاک
حبوب مفید اٹھرا
مکمل فہرست ادویہ درشرائط ایجنسی کارڈ لکھ کر مفت طلب کریں!
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

روزنامہ الفضل ربوہ سالانہ جلسہ سالانہ نمبر دسمبر ۶۰ء
٥١
رشید اینڈ برادرز ٹرنک بازار سیالکوٹ کے
مٹی کے تیل سے جلنے والے چولہے
بلحاظ اپنی خوبصورت شکل وشباہت مضبوطی۔ تیل کی بچت اور افراطِ حرارت کے تمام دنیا میں بے مثال ہیں۔
تفصیلات کے لئے ہمارے ڈیلروں سے رجوع فرماویں۔
برائے لاہور:۔
۱۔ میسرز چائنہ مارٹ بھی رام روڈ۔
۲۔ چاند کراکری ہاؤس۔ رنگ محل۔
۳۔ جیلانی برادرس۔ ۵ سی شاہ عالم مارکیٹ۔
برائے راولپنڈی:۔
۱۔ میسرز بمبئے چائنہ مارٹ صرافہ بازار۔
۲۔ اعوان جنرل سٹور۔ لیاقت مارکیٹ۔
۳۔ پرویز الیکٹرک اینڈ جنرل سٹور۔ لیاقت مارکیٹ۔
۴۔ فرنٹیر جنرل سٹور۔ ہاتھی چوک۔ صدر بازار۔
۵۔ ایس۔ اے لطیف اینڈ سنز۔ ایڈورڈز روڈ۔
برائے پشاور:۔
لیدر ہاؤس بیرون کابلی گیٹ۔
برائے مری:۔
۱۔ نواب دین اینڈ سنز۔
۲۔ خادم برادرز۔ دی مال۔
برائے ایبٹ آباد:۔
آرمی سٹورز۔ صدر بازار۔
برائے گجرات:۔
کراچی جنرل سٹور۔ مین بازار۔
برائے جہلم:۔
قریشی برادرز۔
برائے لائلپور:۔
وائیٹ ہاؤس۔ کچہری بازار۔
برائے سرگودھا:۔
انبالہ کمپنی جنرل سٹور۔ ایینہ بازار۔
برائے گوجرانوالہ:۔
پنجاب ہارڈویئر۔ گورجاکھی گیٹ۔
برائے کوہاٹ کینٹ:۔
میسرز ارشد سپورٹس۔
رشید اینڈ برادرز ٹرنک بازار سیالکوٹ